انتخاب کلام

جگر بسوانی

مرتبہ

خورشید افسر بسوانی

اتر پردیش اردو اکادمی

سلسلۂ مطبوعات: ۲۱۵

انتخاب کلام

جگر بسوانی

مرتبہ

خورشید افسر بسوانی

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

انتخاب کلام جگر بسوانی

خورشید افسر بسوانی

پہلا ایڈیشن	۱۹۸۶
تعداد	۱۰۰۰
قیمت	چار روپے پچاس پیسے

رام کرشن ورما سکریٹری اترپردیش اردو اکادمی نے "نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد"
سے چھپوا کر بہرہ ہاؤس آر۔ کے۔ ٹنڈن روڈ، قیصر باغ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ سے شائع کی

پیش لفظ

امیر مینائی کے ممتاز شاگردوں میں حکیم افتخار علی صدیقی جگر بسوانی (م ۷ مئی ۵۸ء) کا بھی شمار ہوتا ہے۔ جگر بسوانی پُرگو ہونے کے ساتھ فن پر پوری قدرت بھی رکھتے تھے انھوں نے جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی تھی لیکن ان کا صرف ایک دیوان ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آسکا اور کلام کا بڑا ذخیرہ دستبرد زمانہ کا شکار ہوگیا۔ مطبوعہ دیوان بھی اب آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ ایک خوش گو شاعر کے فکرِ و فن سے آنے والی نسلوں کا رشتہ بالکل منقطع نہ ہو جائے اس بات کے پیشِ نظر جگر بسوانی کا ایک نمائندہ انتخاب تیار کرنے اور ان کی ذات و صفات پر ایک تعارفی مقدمہ لکھنے کے لیے جناب خورشید افسر بسوانی سے گزارش کی گئی تھی۔ اکادمی اس زحمت کے لیے ان کی ممنون ہے۔

دورِ حاضر کی مصروف زندگی میں ضخیم کتابوں کے بالاستیعاب مطالعے کا

وقت لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ وقت کی تنگی اور ذوق مطالعہ کو بیدار رکھنے کی خواہش ممتاز نثر نگاروں اور شاعروں کے انتخابات شائع کرنے کی محرک ہوئی ہے۔ انتخابات کا یہ سلسلہ اردو عوام میں بہت مقبول ہوا ہے۔ اکادمی کی زیر نظر پیش کش بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے اکادمی کی دوسری مطبوعات کی طرح انتخاب جگر بسوانی کو بھی شرف قبول حاصل ہوگا۔

اتر پردیش اردو اکادمی
لکھنؤ ۲۲ مارچ ۱۹۸۶ء

محمد رضا انصاری
چیرمین

مقدمہ

افتخار الشعرا حکیم محمد افتخار علی صدیقی جگر بسوانی بیسویں صدی کے نصف اول کے ان چند ممتاز اردو شعرا میں تھے جنھیں استادی کا درجہ حاصل تھا اور جن کے شاگرد ملک کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوے تھے۔ خود جگر بسوانی حضرت امیر مینائی کے ارشد تلامذہ میں تھے ان کے والد شیخ امید علی خاں جزا خواجہ حیدر علی آتش کے شاگرد تھے۔ جگر صاحب نے اپنی غزلوں میں کئی جگہ حضرت امیر مینائی کے شاگرد ہونے پر فخر کیا ہے۔

رنگ استاد میں آتے ہوے کیوں ڈرتے ہو
تم جگر جرعہ کشِ بادۂ مینائی ہو

(دیوان جگر حصہ اول ص ۱۰۵)

مختصر حالات حکیم محمد افتخار علی جگر صدیقی نے "عرض حال" کے زیر عنوان اپنے مطبوعہ دیوان کے دیباچے میں لکھا ہے کہ "۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں بمقام قصبہ بسواں ضلع سیتاپور پیدا ہوئے[1] وہ علاوہ طبیب ہونے کے دائرہ بسواں کے زمیں دار تھے لیکن انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ ان کے بزرگ ضلع سیتاپور میں کب اور کہاں

---

[1] سنہ ہجری اور سنہ عیسوی میں مطابقت درست نہیں ہے اس لیے فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کی ولادت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی یا ۱۸۷۱ء میں۔

سے آکر آباد ہوئے۔ جگر کے بیان کے مطابق ان کے اجداد کرام "تاج دران ہند کا دست راست رہے اور خان زادے کا خطاب سلطنت کی جانب سے عطا ہوا۔" جگر صاحب کے ایک جد حافظ محمد نصرت اللہ قاضی دربار دلی کے عہدے پر متمکن تھے۔ انھیں کے تیسرے بیٹے مسعود الامرا شیخ محمد سعید خاں بہادر المعروف بہ اسد جنگ مورثِ جگر صدیقی تھے۔ جگر صاحب کی شادی کاکوری میں مولوی عبدالصمد مرحوم منیجر کارخانہ اصغر علی محمد علی کی سب سے چھوٹی بہن سے ہوئی تھی۔

جگر صاحب نے فارسی کی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور بسواں کے اسکول میں مڈل کلاس تک انگریزی پڑھنے کے بعد انٹرنس کا امتحان دیا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ "انٹرنس کلاس کا امتحان دینے کے بعد بعض دلی مصائب کی وجہ سے انگریزی سے دل ہٹ گیا اور ہم نے ہمیشہ کے لیے اسکول سے علاحدگی اختیار کرلی۔" یہ دلی مصائب کیا تھے، معلوم نہیں۔ بہر حال تعلیم ترک کردینے کے بعد یا پہلے انھوں نے طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور بسواں میں مستقل طور سے قیام کے بعد مطب کرتے رہے۔ شروع شروع میں سفر کیا۔ سب بڑے بڑے شہر دیکھے۔

جگر صاحب کو تجارت سے بھی دل چسپی تھی۔ لکھنؤ کے مشہور بارونق بازار سول لائن حضرت گنج میں انھوں نے 'ایف۔ اے۔ جگر برادرس' کے نام سے ۱۸۹۶ء میں ریشمی، اونی کپڑوں اور متفرق سامان کی ایک بڑی دوکان کھولی جو کئی سال تک خوب چلتی رہی۔ لیکن ایک شاعر جو عروس سخن کا شیدائی تھا، تجارت سے کہاں تک جی لگاتا۔ دوکان بے پروائی کا شکار ہونے لگی اور آخر اسے بند کرنا پڑا۔

چند سال بعد انھیں پھر تجارت کا شوق ہوا اور ۱۹۰۳ء میں بجائے لکھنؤ انھوں نے کلکتے میں کپڑے کی دوکان کھولی، مگر یہ دوکان زیادہ نہیں چلی اور تین برس بعد وہ لکھنؤ چلے آئے۔ تقریباً سال بھر بعد پھر تجارت کے شوق میں بمبئی چلے گئے مگر وہاں بھی کاروبار تو نہیں شاعری البتہ چلتی رہی۔ آخر کار وہ مایوس ہو کر ۱۹۱۴ء

میں ہمیشہ کے لیے وطن آگئے۔

عطیہ فیضی اور جگر بسوانی | جگر صاحب کو بمبئی بہت پسند تھا۔ وہ تجارتی اغراض کے علاوہ محض سیر و تفریح کی غرض سے بھی بمبئی جا چکے تھے۔ وہاں ان کے ایک شاگرد منشی محمد اسماعیل کوکب انھیں اپنے ساتھ ایک مرتبہ اپنے وطن ناسک اور پھر جنجیرہ لے گئے جہاں کوکب صاحب فارسی کے استاد تھے۔ یہیں ان کی ملاقات "فیضی خاندان" سے ہوئی۔ جنجیرہ میں جگر صاحب کی ملاقات عطیہ فیضی (بعد میں عطیہ رحمن) سے ہوئی اور ان سے موانست ہو گئی جس کا اظہار ان کی باتوں سے مرتے دم تک ہوتا رہا۔ بڑھاپے میں جب وہ ایک حد تک از خود رفتہ ہو گئے تھے، اکثر عطیہ کا نام لیا کرتے۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا کہ لوگ اگر انھیں مشاعرے میں لے جانا چاہتے تو ان سے کہتے کہ اس مشاعرے میں عطیہ بھی آئیں گی اور جگر صاحب شرکت کے لیے آمادہ ہو جاتے۔

مجھے ذاتی طور پر عطیہ سے ان کے تعلق خاطر کا احساس اس وقت ہوا جب ایک مرتبہ میرے لڑکپن میں جناب جعفر علی خاں اثر لکھنوی حضرت جگر سے ملنے بسوان موٹر پر تشریف لائے۔ وہ ان کے مکان کا پتا دریافت کر رہے تھے۔ اتفاق سے میں اس وقت موقع پر موجود تھا۔ مکان کا پتا بتانے کے لیے ان کے ساتھ ہو گیا اثر صاحب جب جگر سے ملے تو موخر الذکر نے ان سے پوچھا کہ تم نے کہیں عطیہ کو دیکھا ہے؟ اثر صاحب نے فرمایا "جی نہیں!" یہ سننا تھا کہ جگر صاحب بے اختیار رو پڑے اور کہا کہ "اثر! تم جھوٹ بولتے ہو۔ وہ سب سے ملتی ہیں اور سب بتانے سے انکار کرتے ہیں!" جگر صاحب پابندی سے نماز پڑھتے تھے مگر نماز کے بعد تسبیح کے دانوں پر عطیہ کے نام کا وظیفہ پڑھتے تھے۔

جگر بسوانی کا کلام | جگر بسوانی بڑے زود گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہ تھی جس میں انھوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ انھوں نے اپنے مذکورہ دیباچے میں لکھا ہے کہ "آغاز شباب سے شاعری کا شوق ہے، مجملہ کلام دیوان غزلیات، قصائد، قطعات، مفردات و مثنویات اور متفرق نظمیں تین حصوں

میں ہدیۂ ناظرین کرام ہوگا۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جگر صاحب اپنے تین دواوین شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن صرف ایک دیوان فروری ۱۹۲۸ء میں چھپ سکا۔ باقی دیوان چھپنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حال آں کہ جگر صاحب ۱۹۵۸ء تک زندہ رہے۔ بسواں کے علم دوست اردو نواز پنڈت سوامی دیال مشرا نے ان کے تقریباً ہزار ڈیڑھ ہزار اشعار مرتب کر لیے تھے مگر افسوس کہ وہ بھی آنجہانی ہو گئے اور ان کے ساتھ اس کلام کا بھی کوئی پتا نہ مل سکا۔ یہ البتہ معلوم ہوا ہے کہ ان کے کلام کا کافی حصہ ان کے ورثا کے پاس اب بھی موجود ہے۔

جگر صاحب کی ایک طویل مثنوی "سوزِ جگر" جو تقریباً ایک ہزار اشعار پر مشتمل تھی زبان اور حکایت و آہنگ کے اعتبار سے شہرت رکھتی تھی اب وہ بھی دستیاب نہیں ہے۔ انھوں نے قیام بمبئی کے زمانے میں "دردِ جگر" نام کا ایک پُراثر ناول بھی لکھا تھا جو اپنے زمانے میں بہت مقبول ہوا۔

جگر بسوانی کے کلام میں وہی رنگ غالب تھا جو ان کے دور کے شعرا میں عام طور سے پایا جاتا ہے۔ نزع، میت، لاش، لحد، مزار، گور، تربت، قبر، جنازہ وغیرہ کا استعمال کثرت سے ہے اور ساتھ ہی وصل و ہجر، رخسار و عارض، شمع و پروانہ، معشوق کا قاتل اور عاشق کا مقتول ہونا وغیرہ۔ مگر اسی کے ساتھ ان کے کلام میں صفائی ہے، روزمرّہ، سلاست اور روانی کے ساتھ اپنی بات کہنے کا کمال کی حد تک سلیقہ ہے، ہر جگہ اس کا التزام نظر آتا ہے کہ بندش میں چستی رہے، مفہوم پوری طرح سے ادا ہو جائے اور فنی حیثیت سے کوئی سقم شعر میں نہ پایا جائے۔ انھیں خوبیوں کی وجہ سے وہ اپنے استاد اور ہم عصروں میں بھی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور بڑی تعداد میں لوگ ان کے سامنے زانوے تلمذ بھی تہہ کرتے تھے۔ حضرت امیر مینائی کے ایک مشہور شاگرد منشی ممتاز علی آہ اپنی کتاب "امیر مینائی" (مطبوعہ ادبی پریس، لکھنؤ ۱۹۳۱ء) میں جگر صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"شاگرد قدیم و کہنہ مشق، صاحبِ فن، بہت خوش فکر اور استاد سے خاص عقیدت رکھنے والے۔" (ص ۱۴۵)

حضرت امیر مینائی کے ایک ممتاز و معروف شاگرد جناب جلیل مانکپوری جانشین امیر مینائی کا بھی ایک شعر دیکھیے جس میں انھوں نے امیر مینائی کے تین شاگردوں کی شاعری کا عقیدت مندانہ طور پر اس طرح اعتراف کیا ہے۔

یاں لن ترانیاں تری بیکار ہیں جلیل
دیکھے ہوئے ہوں آہ و ریاض و جگر کو میں

جگر صاحب اپنے ایک فی البدیہہ شعر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"بمبئی کی دل کش بہار پسند آئی پلٹتے وقت آگرہ دیکھا، آگرے کا تاج دیکھا۔ تاج کے مینار پر ایک خوبصورت ہم سفر دوست (یہ اشارہ بھی غالباً عطیہ ہی کی طرف ہے اس لیے کہ جگر نے عطیہ کے علاوہ کبھی کسی خاتون کا ذکر ہی نہیں کیا) نے اپنے نازنین ہاتھ سے ہمارا یہ فی البدیہہ کہا ہوا مطلع پنسل سے لکھا۔

تمھارے عاشق، تمھارے شیدا، تمھارے شوریدہ سر ہمیں ہیں
جگر کو کیا جانتے نہیں تم، جگر ہمیں ہیں، جگر ہمیں ہیں"

انھوں نے اسی سلسلے میں "عرضِ حال" کے تحت اپنی بدیہہ گوئی کا ایک واقعہ اس طرح درج کیا ہے۔

"راجہ نوشاد علی مرحوم نے پھر زبردستی ہم کو اپنی طرف کھینچا ہم لکھنؤ آئے دیکھا تو راجہ مرحوم کی صحبت میں شاعری کا دور دورہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ مرحوم ذوق کے شعر پر مصرعے لگانے کی فرمائش کی۔

وہ مول لیتے ہیں جس دن کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحاں کے لیے

جوانی کا زمانہ۔ دل میں جوش۔ مشقِ سخن زوروں پر۔ ایک منٹ کی فکر میں مصرع بنائیے۔

بغیر مجھ کو ستائے انھیں نہیں ہے قرار　　یہ دشمنی ہے خدا جانے یا ہے ان کا پیار
وہ مول لیتے ہیں جس دن کوئی نئی تلوار　　بلانے آدمی آتا ہے دوڑ کر سو بار

لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحاں کے لیے۔

جگر بسوانی کے دیوان کے پہلے حصے کو چھپے ہوئے ۶۳ سال گزر چکے ہیں اور اب یہ دیوان تقریباً نایاب ہے۔

ایسی حالت میں جگر کا ایک انتخاب بھی شائع نہ ہو تو آنے والی نسلیں ایک خوش گو اور خوش فکر استاد کے نمونۂ کلام سے بھی متعارف نہ ہو سکیں گی۔ اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جناب جگر بسوانی کی غزلوں کا یہ انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ ان کی غیر مطبوعہ غزلیں اب نہیں ملتیں لیکن میں نے بے حد جستجو کے بعد چند غیر مطبوعہ غزلیں بھی حاصل کر لی ہیں اور اس انتخاب میں انھیں شامل کر لیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ جن غزلوں کا انتخاب کیا جائے ان میں جگر بسوانی کا رنگ خاص طور سے نمایاں ہو۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ کوشش اردو کے ایک کہنہ مشق استاد کی یاد تازہ کرانے میں کامیاب ہوگی۔

خورشید افسر بسوانی

ردیف الف

دل میں ہے یاد تیری، لب پر ہے نام تیرا | یوں ذکر ہو رہا ہے، ہر صبح و شام تیرا
ہر زخمِ دل کا مرہم ہے لطفِ عام تیرا | ہر درد کی دوا ہے اے دوست نام تیرا
ہر دل میں، ہر مکاں میں دیکھا مقام تیرا | کہتے ہیں طور جس کو وہ بھی ہے بام تیرا
خورشید و ماہ کیا ہیں، سب ہیں ترے کرشمے | جلوے دکھا رہا ہے دیدارِ عام تیرا
باغِ جہاں میں دیکھے انساں اگر نظر ہو | ہر پھول کے ورق پر لکھا ہے نام تیرا

ہر دم جگر اسی سے رو رو کے التجا کر
سیدھی نظر ہو اس کی بن جائے کام تیرا

ازل سے ہو چکا ہے دل ہمارا مبتلا تیرا | ابد تک کم نہ ہوگا جوشِ الفت یا خدا تیرا
دکھاتے ہیں مہ و خورشید نورِ جاں فزا تیرا | عیاں ہے ذرّے ذرّے میں جمالِ خود نما تیرا
کبھی تو دل میں رہتا ہے کبھی آنکھوں میں پھرتا ہے | مکاں دونوں ہیں تیرے کعبہ تیرا بت کدہ تیرا

دل اس کا کر دے تو معمور اپنے نورِ عرفاں سے
جگر ہے شیفتہ تیرا، جگر ہے مبتلا تیرا

ازل سے عشق ہے مجھ کو جو رخسارِ محمدؐ کا
گلِ داغِ جگر ہے پھول گلزارِ محمدؐ کا

فلک سے آکے عیسیٰ بھی یہ اکثر پوچھ جاتے ہیں
بُرا ہے حال یا اچھا ہے بیمارِ محمدؐ کا

جگر گلہائے جنت کی صفت کرتا ہے واعظ کو
اِدھر میں چھیڑتا ہوں ذکر رخسارِ محمدؐ کا

اگر ہم اور جیتے مبتلائے رنج و غم کرتا
نہ وہ چشمِ کرم کرتا، نہ وہ ترکِ ستم کرتا

مجھے معلوم ہے اچھی طرح سفاک کی عادت
جو میں قدموں پہ سر رکھتا تو وہ سر کو قلم کرتا

تجھے سمجھائے ناصح کون آخر دل کی مجبوری
محبت کس سے کم ہوتی محبت کون کم کرتا

خیالِ دلِ مبتلا کون کرتا
مسیحا خفا ہے، دوا کون کرتا

وہ آئے تھے ہم آپ ہی میں نہیں تھے
گلے کون ملتا، گِلا کون کرتا

سرِ حشر تو دادرِ حشر ٹھہرا
ہمارا ترا فیصلا کون کرتا

اگر اُن کی قاتل نگاہیں نہ ملتیں
مری زیست کا خاتما کون کرتا

دیوانوں میں ذکرِ دلِ دیوانہ رہے گا
جب میں نہ رہوں گا مرا افسانہ رہے گا

گیسو کی بھی نکہت سے وہ بیگانہ رہے گا
دیوانہ تری زلف کا دیوانہ رہے گا

مجنوں نے کہا نجد میں مجھ سے دمِ آخر
آباد ترے دم سے یہ ویرانہ رہے گا

ہاتھوں میں وہ مہندی بھی ملیں دل کا لہو بھی
دونوں کا مگر رنگ جداگانہ رہے گا

کعبہ کی طرف جانے کو ہم جائیں گے زاہد
دل محوِ خیالِ رہِ بت خانہ رہے گا

آرام ملے گا نہ زمانے میں جگر کو
دل میں جو نہ تو اے غمِ جانانہ رہے گا

گرم آہوں کا اثر اے دلِ سوزاں دیکھا — ہم نے جلتے ہوئے بسترِ شبِ ہجراں دیکھا

حشر میں کھول دیے بال جو اس کافر نے — جو پریشاں نہ تھے ان کو بھی پریشاں دیکھا

خاک میں دل کو ملاتے ہوئے دیکھا پہلے — پھر اسی زود پشیماں کو پشیماں دیکھا

وہ نسیمِ سحری ہو کر مرا مشتِ غبار — جس کو دیکھا ترے کوچے میں پریشاں دیکھا

سامنے آئے ہیں وہ حشر میں یہ کہتے ہوئے — اب تو مجھ کو مرے دیدار کے خواہاں دیکھا

یوں تصور میں تجھے گیسوئے جاناں دیکھا — ہم نے دن کو بھی سوادِ شبِ ہجراں دیکھا

دل تو مٹھی میں چراتے نہیں دیکھا ہم نے — ان کی مٹھی میں مگر گوشۂ داماں دیکھا

بت جگر دیر سے اٹھنے نہیں دیتے شاید — تجھ کو مسجد میں نہ اے مردِ مسلماں دیکھا

آرزو ہے غیر اٹھے محفل سے گھبرایا ہوا — اور تو بیٹھا ہو میرے پاس شرمایا ہوا

باغِ الفت میں نصیبِ دشمناں دیکھیں نہ ہم — شاخِ دل میں آرزو کا پھول مرجھایا ہوا

چارہ گر تیری نصیحت سے کلیجہ پک گیا — دل سنبھالے سے سنبھلتا ہے کہیں آیا ہوا

میرے دودِ آہ سے دنیا کے ہیں سب کام بند — دن کو رہتا ہے اندھیرا رات کا چھایا ہوا

اور کیا تیری محبت کا نتیجہ ہوگا — تو کسی کا نہ ہوا ہے نہ ہمارا ہوگا

میں نے پایا ہے قریبِ رگِ گردن تجھ کو — طور والوں نے کہیں دور سے دیکھا ہوگا

کوئی تو ہوگا مری بزمِ عزا میں ظالم — تو نہ ہوگا تو ترے ظلم کا چرچا ہوگا

اے حسینو چمن آرائے جہاں یاد آیا — جس نے یہ پھول کھلایا ہے وہ کیسا ہوگا

سامنے تم ہو سنبھالے سے سنبھلتا نہیں دل / جب چلے جاؤ گے کیا حال ہمارا ہوگا
روشنیِ داغِ تمنا کی نہ کم ہو لے دل / بجھ گئی شمع تو محفل میں اندھیرا ہوگا
ابتدائے خلشِ عشق ستم ڈھاتی ہے / درد سنتے ہیں ابھی اور زیادہ ہوگا
کیا جگر ان سے کہیں گے یہ بتا دو ہم کو / تذکرہ ان سے کسی دن جو تمہارا ہوگا

واقف کار

ہم روشناس ہو کے نگاہوں سے گر گئے / ناآشنا تھا اور وہ نا آشنا ہوا
ہم کیا کہیں جگر جو انھوں نے کہا تجھے / کل ان کے سامنے جو ترا تذکرا ہوا

یوں بمشکل دلِ مجروح سے پیکاں نکلا / میں یہ سمجھا کہ ترے وصل کا ارماں نکلا
دیکھ کر اس کو دمِ نزع ہوئیں آنکھیں بند / جان کے ساتھ ہی دیدار کا ارماں نکلا
عرصۂ حشر میں پرسش جو ہوئی اس بت کی / میرے ہی دل میں وہ غارت گرِ ایماں نکلا
دھوم صحرائے قیامت کی بہت سنتے تھے / لے جنوں وہ بھی مرا ایک بیاباں نکلا
خاک میں مل گئے ہم جس کی تمنا میں جگر / وہ لحد پر بھی سنبھالے ہوئے داماں نکلا

دیکھ بھال

کسی کے سنگِ در کو دیکھ کر دل بدگماں ہوگا / نہیں معلوم کس کس کے بوسے کا نشاں ہوگا
چلے جائیں گے گلشن سے خفا گر باغباں ہوگا / جہاں مل جائیں گے دو چار تنکے آشیاں ہوگا
خبر ہم کو نہ تھی پامال یوں سارا جہاں ہوگا / جواں ہوگا تو وہ ظلم آفریں ایسا جواں ہوگا
دلِ ناداں طریقِ عشق کو تو کھیل سمجھا ہے / یہ وہ رستہ ہے جس میں ہر قدم پر امتحاں ہوگا
قفس کے خانماں برباد چھوٹے ہیں تو یہ غم ہے / رہیں گے کس چمن میں کس شجر پر آشیاں ہوگا

گلے پر پھیرنا خنجر مگر اتنا تو ہم سن لیں
ہمارے امتحاں کے بعد کس کا امتحاں ہوگا

انھیں پر خون کا دعویٰ ہمیں کرنا ہے محشر میں
انھیں سے پوچھتے ہیں خون کا دعویٰ کہاں ہوگا

تبسم آگیا ہونٹوں پہ ان کے چھیڑ بیٹھو میں
نہیں معلوم کیا کیا کہہ گیا یہ مسکرا دینا

شب ہجراں سحر تک شغل رہتا ہے یہی اپنا
کبھی ان کو دعا دینا، کبھی دل کو دعا دینا

دشت میں اب بھی جو اٹھتا ہے بگولا کوئی
چوم لیتا ہے وہ مدفن ترے دیوانے کا

جان لینے کے لیے تھوڑی سی خاطر کر دی
رات منہ چوم لیا شمع نے پروانے کا

لبریز ہے غم سے دلِ دیوانہ ہمارا
اے صبر چھلک جائے نہ پیمانہ ہمارا

زندہ رہیں ہم کس کے سہارے شبِ فرقت
تو بھی نہ ہوا اے غمِ جانانہ ہمارا

جو جاتا ہے اپنا ہی بیاں کرتا ہے قصہ
ان سے کوئی کہتا نہیں افسانہ ہمارا

رو دیا کیے، دیکھا کیے، کوسا کیے ہم کو
اس طرح وہ سنتے رہے افسانہ ہمارا

جو اس پہ گذرتی ہے جگر جوشِ جنوں میں
ہم سے نہیں کہتا دلِ دیوانہ ہمارا

وہ بت بات میری اگر مان جاتا
خدا جانتا ہے میں قربان جاتا

وہ پھیرے ہوئے منہ سر حشر آئے
اگر آنکھ ملتی میں پہچان جاتا

ہجومِ قیامت میں نکلی نہ حسرت
اکیلے وہ ملتے میں قربان جاتا

نہ بات اس لیے میں نے کی چارہ گر سے — مرے دردِ دل کا مزہ جان جاتا

منظورِ نظر ہے دل غمخوار تمہارا — جو یار ہمارا ہے، وہی یار تمہارا
دم حسرتِ دیدار نے آنکھوں سے نکالا — اب تم کو مبارک رہے دیدار تمہارا
تربت میں ہیں جگر زیرِ کفن ہاتھ ہے دل پر — اچھا نہ ہوا مر کے بھی آزار تمہارا

پھیر کر منہ وہ ہمکنار ہوا — اس ادا پر بھی دل نثار ہوا
پیچھے پیچھے چلا ہمارا دل — آگے آگے خیالِ یار ہوا
ہم نہ سمجھاتے تھے جگر تجھ کو — دے کے دل یوں ذلیل و خوار ہوا

ہم نے یادِ لبِ رنگیں کا اثر دیکھ لیا — اشک کے ساتھ رواں خونِ جگر دیکھ لیا
خرمنِ صبر کو پھونکا کبھی کشتِ دل کو — آپ کے شعلۂ عارض نے تو گھر دیکھ لیا
ان کی تصویر کو سوتے ہمیں سرہانے رکھ کر — آنکھ جس وقت کھلی مڑ کے اُدھر دیکھ لیا
آسماں کی نہ شکایت نہ کچھ ان کا شکوہ — جو مقدر نے دکھایا وہ جگر دیکھ لیا

وہ صنم دیر میں جو آ نکلا — منہ سے ہر بت کے یا خدا نکلا
اے جنوں آسماں بایں گردش — میرے تلوے کا آبلا نکلا
نہ پسیجے جگر بتوں کے دل — گرم آہوں سے کام کیا نکلا

عبث ہے شوق لڑکپن میں ظلم ڈھانے کا
جوان ہو کے گلا کاٹنا زمانے کا

اسیر ہیں تو قفس میں ہوں اک زمانے کا
خیال ہے نہ چمن کا نہ آشیانے کا

فلک کی خیر نہیں ہے مری عداوت میں
مٹا رہا ہے اسے غم مرے مٹانے کا

ہمیں یہ رشک کہ عالم رقیب ہے اپنا
انھیں یہ ناز کہ آیا ہے دل زمانے کا

جگر شباب مٹا، ہم مٹے محبت میں
ابھی تلک نہ مٹا شوق دل لگانے کا

امنگیں مٹ گئیں دل مٹ گیا اے ہجر یار اپنا
کبھی زندوں میں تھے اب تو ہے مُردوں میں شمار اپنا

عدو پر ڈھال کر باتیں ہمیں ناحق سناتے ہو
ہم اٹھ جائیں جو تم کو بیٹھنا ہو ناگوار اپنا

اجالا ڈال دو تم شب کو آ کر شمع عارض کا
چراغِ گور سے روشن نہیں ہوتا مزار اپنا

جگر ہم دل سے قائل ہیں نہ بدلا ہے نہ بدلے گا
خیال اپنا، دماغ اپنا، مزاج اپنا، شعار اپنا

اچھا ہوا جو عشق میں دیوانہ ہو گیا
اے بےخودی خودی سے میں بیگانہ ہو گیا

دل آپ میں نہیں جو ہوا اس سے آشنا
ہشیار ہو کے اور بھی دیوانہ ہو گیا

کیوں رو رہے ہو قصۂ مرگِ عدو پہ تم
ختم اپنی زندگی کا بھی افسانہ ہو گیا

وہ حال پوچھیں تو اے نامہ بر فغاں کرنا
مری زباں سے مرا ماجرا بیاں کرنا

پڑیں گی خون کی چھینٹیں تو پھر نہ چھوٹیں گی
ذرا سنبھال کے دامن، چھری رواں کرنا

مرا سوال نہ آیا سمجھ میں تو ہنس کر
نہیں کے ساتھ وہ گھبرا کے ان کا ہاں کرنا

بڑھا کے یار سے الفت جگر خراب ہوئے
کہا تھا کس نے شباب اپنا رائیگاں کرنا

امتحاں بدنظر ہے سرِ محفل میرا
شمع کے ساتھ جلاتا ہے کوئی دل میرا

اس طرح پیار سے تم مجھ کو تسلی دے دو
عمر بھر پھر کبھی بیتاب نہ ہو دل میرا

لکھنؤ میں مجھے جینے کا نہ لطف آئے گا
بمبئی میں ہے جگر جان مری دل میرا

سوگ میں اس محوِ زینت کا عجب عالم رہا
دشمنوں کو بھی مرے مرنے کا برسوں غم رہا

اب رقیبوں کو ستاؤ گے تو کھل جائے گا حال
تم ستم ڈھاتے رہے جب تک ہمارا دم رہا

ان کے اٹھتے ہی جگر اٹھا تمہارے دل میں درد
ہاتھ وہ رکھے رہے سینے پہ جب تک کم رہا

عالم نظر میں ہے کسی مستِ شباب کا
رہتا ہے بے پیے مجھے نشہ شراب کا

بگڑیں ہٹا کے رخ سے وہ گوشہ نقاب کا
ایسا عتاب ہو تو مزہ ہے عتاب کا

آیا ہے ساتھ لے کے محبت کی آفتیں
جائے گا جان لے کے زمانہ شباب کا

سینے کی ہے خبر نہ دوپٹے کا ہوش ہے
کیا جانے کیا کرے گا یہ انداز خواب کا

عادت ہے پھول سونگھ کے آتی ہے مجھ کو نیند
سوتا ہوں پاس رکھ کے پیالہ شراب کا

کس نوجواں کے عشق نے تم کو مٹا دیا
سب کو جگر قلق ہے تمہارے شباب کا

دل میں غم بھر دیا زمانے کا
کون مالک ہے اس خزانے کا

ان کا دربان جہاں ہوا غافل
لے لیا بوسہ آستانے کا

بات کرتے نہیں وہ ہم سے جگر
یہ نتیجہ ہے دل لگانے کا

سامنے تو اگر نہیں آتا — پھر ہمیں کچھ نظر نہیں آتا
یہ بھی تو ہے جہاں میں ایک کمال — مجھ کو کوئی ہنر نہیں آتا
زیر دیوار ہم جو بیٹھے ہیں — ضد سے وہ بام پر نہیں آتا
خیر اتنا وہ پوچھ لیتے ہیں — اب کہاں ہے جگر نہیں آتا

مزے محبت کے آ رہے تھے، ہمیں خود الٹے منا رہے تھے — گلے وہ ہم کو لگا رہے تھے یہ رات کو ہم نے خواب دیکھا
پسند ہے حسن کا نظارا، اسی تمنا نے ہم کو مارا — رہا نہ قابو میں دل ہمارا، جہاں کسی کا شباب دیکھا

مر کے بھی میں جو خیالِ رخِ روشن میں رہا — شبِ مہتاب کا عالم شبِ مدفن میں رہا
داغ وہ داغ ہے جو دل سے ہمارے نہ مٹا — پھول وہ پھول ہے جو آپ کے دامن میں رہا
نالۂ گرم کروں کیوں نہ قفس میں صیاد — برق کا ساتھ بہت روز نشیمن میں رہا

نہ دیکھا ہوگا ایسا واقعہ سننے میں کم آیا — ادھر تم دیکھنے آئے ادھر آنکھوں میں دم آیا
دیا دونوں کو دینے والے نے حصہ برابر کا — مری قسمت نے بل پایا، ترے گیسو میں خم آیا
سمجھ کر نقش پائے دوست ہم نے لے لیا تو — نشانِ پائے دشمن بھی اگر زیر قدم آیا

ہم نے آنکھوں سے یہ اکثر شبِ ہجراں دیکھا — ساتھ اپنے در و دیوار کو گریاں دیکھا
ہم سے دیکھی نہ گئی منزلِ یارانِ عدم — دور سے رو کے سوئے گورِ غریباں دیکھا

جی بھر کے کبھی یار کا جلوا نہیں دیکھا ۔۔۔ دیکھا بھی تو اس طرح کہ گویا نہیں دیکھا

مرنے کا نہیں غم مگر اس بات کا غم ہے ۔۔۔ اس نے مرے مرنے کا تماشا نہیں دیکھا

جھرمٹ میں رہے غمزۂ و تمکینِ و حیا کے ۔۔۔ خلوت میں بھی ان کو کبھی تنہا نہیں دیکھا

کس زور پہ کس جوش پہ ہے ان کی جوانی ۔۔۔ تھمتے کبھی سینے پہ دوپٹہ نہیں دیکھا

آنکھوں میں پھرے اور وہ آنکھوں سے چھپے بھی ۔۔۔ آنکھوں نے اس انداز کا پردا نہیں دیکھا

خلوت میں جگر یاد کیا کرتے ہو کس کو ۔۔۔ ملتے تمھیں لوگوں سے زیادہ نہیں دیکھا

حضرتِ دل پھر کوئی آئے گی آفت دیکھنا ۔۔۔ اب نہ بھولے سے کسی ظالم کی صورت دیکھنا

وہ سنورنا یار کا سو سو طرح شامِ وصال ۔۔۔ آئینہ لے کر وہ پہروں اپنی صورت دیکھنا

تم جو رخصت ہو کے گھر جاؤ گے ہم مر جائیں گے ۔۔۔ تم جو اٹھو گے تو اٹھے گی قیامت دیکھنا

پھر جفا و جور کا بھی حال سن لینا جگر ۔۔۔ پہلے اس ظالم کی بھولی بھالی صورت دیکھنا

نہ ترس کھائے گا صیاد اسیرو تم پر ۔۔۔ نہ قفس توڑ کے ممکن ہے رہا ہو جانا

روٹھنا ہو تو ابھی روٹھ لے مجھ سے قاتل ۔۔۔ رکھ کے تلوار گلے پر نہ خفا ہو جانا

تیرے اٹھنے سے وہ پھر بیٹھیں گے پہلو میں آ کے ۔۔۔ جب وہ اٹھنے لگیں اے دردِ سوا ہو جانا

وہ تو معشوق ہیں ہر بات پہ روٹھیں گے جگر ۔۔۔ تم نہ گھبرا کے کہیں ان سے خفا ہو جانا

بتِ نا آشنا کو رام کیا ۔۔۔ نالۂ دل نے خوب کام کیا

اٹھ کے ان کو بٹھا لیا آخر ۔۔۔ دردِ دل نے یہ خوب کام کیا

تھا قیامت فسانۂ الفت — جان دے کر اسے تمام کیا

کس طرح دل کو اب سنبھالیں ہم — تم نے پھر پیار سے ادھر دیکھا
تم نے دیکھا مجھے انکھیوں سے — نگہِ شوق کا اثر دیکھا
کہہ دیا حالِ دل نگاہوں نے — مہرباں یار کو اگر دیکھا

میں گنہگارِ محبت ہوں مجھے تو بخش دے — تیری رحمت کے بھروسے پر خطا کرتا رہا
تجھ کو جو کہنا تھا وہ کہتا خدا سے اے جگر — کیوں بتانِ سنگ دل سے التجا کرتا رہا

حشر کے دن بھی وفا وعدہ فردا نہ ہوا — کیا قیامت ہے کہ دیدار تمہارا نہ ہوا
دل میں آیا بھی تو کیا توڑ کے سینہ نکلا — ناوکِ ناز ہم آغوشِ تمنا نہ ہوا
جب سے اس گلشنِ خوبی کا چھٹا ساتھ جگر — گل رخوں میں دلِ ناشاد شگفتہ نہ ہوا

آج مقتل میں جو وہ تیور بدل کر رہ گیا — ہاتھ اٹھ کر رہ گیا، خنجر نکل کر رہ گیا
وادیٔ وحشت کا طے کرنا کوئی آساں نہ تھا — قیس تھوڑی دور میرے ساتھ چل کر رہ گیا

کعبہ و دیر میں ہے قصۂ جانانہ جدا — جس کو سنیے وہ بیاں کرتا ہے افسانہ جدا
پیار سے ساقیٔ دلکش جو پلاتا ہے شراب — پھروں ہونٹھوں سے نہیں ہوتا ہے پیمانہ جدا
مہر میں، ماہ میں، انجم میں ہر اک ذرے میں — جس طرف دیکھیے ہے جلوۂ جانانہ جدا

یہ وہ غم ہے جو رقیبوں کے مقدر میں نہیں — شاد ہوں میں درِ جاناں سے جو ناشاد آیا
دیکھتے سب ہیں تماشا مری بربادی کا — کوئی اس سے نہیں کہتا ترا برباد آیا
بمبئی والوں کا ہر وقت رہا مجھ کو خیال — بمبئی میں نہ کسی کو میں جگر یاد آیا

تم مل گئے، ملنے کی تمنا تھی تمھیں سے — کیا غم ہے اگر چھوٹ گیا اپنا پرایا
بیکار ہوئی ناصحِ ناداں کی نصیحت — سنتا ہے کہیں، دل جدھر آیا ادھر آیا
دل ہو گیا برباد نہیں غم ہمیں اس کا — اچھا ہوا اب چین تو اُن کو جگر آیا

فلک دشمنِ جاں ہمارا نہ ہوتا — جو بے درد تیرا اشارا نہ ہوتا
ترے در پہ کیوں ہم گنہگار آتے — جو تیرے کرم کا سہارا نہ ہوتا
جو وہ پوچھتے پاس اپنے بٹھا کر — بیاں حال ہم سے ہمارا نہ ہوتا
جگر تیرے جینے کی کچھ فکر کرتے — اگر تو محبت کا مارا نہ ہوتا

خوب تسکین تم نے دی مل کر — اس قدر پہلے بیقرار نہ تھا
جان دے کر پہنچ گئے آخر — کچھ بہت دور کوے یار نہ تھا

جان لیوا ہے ادا جان کا خواہاں اچھا — موت اچھی ہے مری موت کا ساماں اچھا
دونوں برباد کنِ دل ہیں عدوے جاں ہیں — وصل اچھا نہ ترے وصل کا ارماں اچھا

کیا غمِ ہجر اٹھا کر کوئی مر جائے گا — جس طرح رات کٹی دن بھی گذر جائے گا
اُن کے دیدار کی حسرت ہے دمِ آخر بھی — دم نکل کر مری آنکھوں میں ٹھہر جائے گا
تم ہمارے دلِ مضطر کو سنبھالو نہ ابھی — خوب جی بھر کے تڑپ لے تو ٹھہر جائے گا
صورتِ نقشِ قدم بیٹھ چکا کوچے میں — درِ جاناں سے کہاں اُٹھ کے جگر جائے گا

وقتِ زینتِ گیسو ہم نے رخ کا بوسہ لے لیا — آئینہ زانو پہ ان کے گیسوؤں میں شانہ تھا
ایک عالم سے مجھے آخر رقابت ہو گئی — کیوں زبانِ خلق پر ظالم ترا افسانہ تھا

عاشقوں میں نہیں اس سے کوئی بڑھ کر اچھا — مہرباں جس پہ ہو تم اس کا مقدر اچھا
خونِ ناحق بھی ہوا پھر ہمیں مجرم ٹھہرے — فیصلہ تم نے کیا یہ سرِ محشر اچھا
چٹکیاں دل میں جگر لیتی ہے شملے کی یاد — بمبئی میں جو نظر آتا ہے منظر اچھا

ہمیشہ جان کھوتے چشم کے بیمار کو دیکھا — کبھی اچھا نہ ہوتے عشق کے آزار کو دیکھا
جگر وہ سخت جاں ہوں میں ہوا جب سامنا اس کا — کبھی میری طرف دیکھا کبھی تلوار کو دیکھا

کوئی جہاں میں جو ڈھونڈے تو کیا نہیں ملتا — ہم ایسے گم ہیں کہ اپنا پتا نہیں ملتا
پھرے ہیں اس بتِ ناآشنا سے دل ایسے — کہ آشنا سے بھی اب آشنا نہیں ملتا
تمام درد مرے دل میں بھر گئے آ کر — جہاں میں درد برائے دوا نہیں ملتا
درِ اثر پہ جو چھایا ہے دودِ نالۂ دل — مری دعا کو جگر راستا نہیں ملتا

جب سے مجھ کو بتِ سفاک مرا بھول گیا
سب یہی کہتے ہیں بندے کو خدا بھول گیا

ضد سے صبحِ شبِ غم دے گا موذن نہ اذاں
آج اللہ کو یہ مردِ خدا بھول گیا

کون تھا کس کو کلیجے سے لگائے تھے جگر
رات کا حال بھی کچھ یاد ہے یا بھول گیا

ہائے پیاری صحبتوں میں رات کتنی تھی کبھی
ہائے اچھی شکل والوں سے کبھی یارانہ تھا

لڑکھڑاتے آ رہے تھے آج بھٹی سے جگر
ایک بوتل تھی بغل میں ہاتھ میں پیمانہ تھا

دعا پر اس نے گالی دی جو میں کچھ التجا کرتا
نہیں معلوم کیا کہتا، نہیں معلوم کیا کرتا

یہ سب آئے ہوئے دل کی خطا ہے ورنہ اے ظالم
نہ ہم تجھ سے وفا کرتے نہ تو ہم پر جفا کرتا

آتشِ غم سے دلِ پر سوز اپنا جل گیا
ان سے کہہ دے کوئی جا کر گھر تمہارا جل گیا

شعلہ باری سے تجھے برقِ تجلی کام ہے
اس سے کیا موسیٰ بچے یا طورِ سینا جل گیا

کہتے ہیں اے سوزِ غم وہ میرے آنسو پونچھ کر
تیرے اشکِ گرم سے دامن ہمارا جل گیا

اب بہار آئی تو کیا مجھ سوختہ قسمت سے کام
سوزِ دل سے اے جگر باغِ تمنا جل گیا

ہوا ہے فتنۂ محشر کو بھی اب ناز تھوڑا سا
اڑایا جب سے تیری چال کا انداز تھوڑا سا

کلیجہ منہ کو آیا خوب رویا پاس سے اٹھا
کہا تھا چارہ گر سے میں نے دل کا راز تھوڑا سا

جگاؤں نالۂ شب گیر سے صیاد کو شب بھر
جو کوئی ہم قفس ہو جائے ہم آواز تھوڑا سا

خدا جانے کیا بے خبر جانتا تھا / مری آہ کو بے اثر جانتا تھا

چلا میرے نقش قدم پر ہمیشہ / مجھے قیس بھی راہبر جانتا تھا

انھیں غیر کی یاد مضطر کیے ہے / میں نالوں کا اپنے اثر جانتا تھا

ہمارے دکھتے ہوئے دل پہ تیر بن کے پڑی / تجھے نہ رحم کبھی اے نگاہ یار آیا

میں بے خودی میں یہ سمجھا کہ آگیا خود یار / شب فراق جو دل میں خیال یار آیا

خدا ملائے اگر ان سے تو قرار آئے / نہ وہ ملے نہ جگر آپ کو قرار آیا

کچھ نشانی بھی تو ہنگام سحر لیتا جا / دل کا ٹکڑا کوئی یا لخت جگر لیتا تھا

کان تک ان کے پہنچ جائے پھر آگے قسمت / ہم نشیں تو مرے مرنے کی خبر لیتا تھا

در سے اٹھتا ہوں تو کس ناز سے فرماتے ہیں / اپنے دل کو مرے کوچے سے جگر لیتا جا

جو ہم کہیں تم کبھی نہ سننا جو ہم کہیں تم کبھی نہ کرنا / جو کچھ کہو تم وہی کریں ہم جو کچھ کہیں ہم وہی نہ کرنا

میں سخت جاں ہوں ضرور لیکن ہے عرض اے تیغ یار تجھ سے / گلے سے مل کر نہ موڑنا منھ گلے پہ چل کر کمی نہ کرنا

جگر تمھیں تجربے کی باتیں بتائے دیتے ہیں یاد رکھنا / غریب سے دشمنی نہ کرنا امیر سے دوستی نہ کرنا

اب وہ کیا آئے گا آنا مرے گھر چھوڑ دیا / بے مروت نے نکلنا بھی ادھر چھوڑ دیا

اپنے درباں سے تھا باتوں میں وہ مصروف مگر / دیکھ کر اس نے مجھے پردہ در چھوڑ دیا

تیغ ابرو کے اشارے سے کیا کام تمام / مجھ پہ اک ہاتھ سر راہگذر چھوڑ دیا

شانِ رحمت کی نظر آئے گی زاہد سرِ حشر — جان کر اس نے گنہگار اگر چھوڑ دیا
کنجِ عزلت سے کسی وقت نکلتے نہیں آپ — شب کا پھرنا تو بہت دن سے جگر چھوڑ دیا

دشمنوں پر رحم اور مجھ پر عتاب آیا تو کیا — یوں مزاجِ یار میں گر انقلاب آیا تو کیا
پھر کے اس در سے تڑپ کر رات کٹتی ہے مری — کامیاب آیا تو کیا ناکامیاب آیا تو کیا

کہہ رہا ہے نیند میں تھا کیوں گلے لپٹا لیا — روٹھنے کا بے مروت کو بہانہ مل گیا
کون اب باقی ہے دنیا میں ملے گا کس سے تو — خاک میں تیرے لیے سارا زمانہ مل گیا

جو فتنہ گر ترا عہدِ شباب آئے گا — جہاں میں ایک نیا انقلاب آئے گا
زمانے بھر میں مجھی سے انھیں عداوت ہے — خطا کسی کی ہو مجھ پر عتاب آئے گا
وہ ے گا دمِ آخر مگر خدا جانے — نقاب ڈال کے یا بے نقاب آئے گا

جو سو گئے تو خواب میں دیکھا جمالِ یار — جب آنکھ بند ہو گئی دیدار ہو گیا
الفت میں جان کھو کے نئی زندگی ملی — ڈوبا جو بحرِ عشق میں وہ پار ہو گیا
ان کو چمن میں دیکھ کے ابرِ بہار بھی — ایسا گھرا کہ باغ کی دیوار ہو گیا

خفا وہ دل سے ہے دل بھی ہے فتنہ گر سے خفا — اثر دعا سے خفا ہے دعا اثر سے خفا
رہِ عدم کے مسافر ہیں بے مروت سب — کہ ہم سفر نظر آتا ہے ہم سفر سے خفا

عذابِ ہجر سے ہم جس طرح ہیں آزردہ — نہ ہوں گے اہلِ سقر اس طرح سقر سے خفا
جو روٹھ جاؤ گے تم اُس کی جان جائے گی — خدا کے واسطے ہونا نہ تم جگر سے خفا

گدگداتے رہے زلفیں جو بنانے بیٹھے — دیر تک آج انھیں ہم نے پریشان کیا
اب نہ دل ہے نہ جگر ہے نہ تواں ہے نہ شکیب — پاس جو کچھ تھا وہ سب آپ پہ قربان کیا
نہ ملا جس کی تمنا میں ملے خاک میں ہم — نہ ہوئی بات وہ جس بات کا ارمان کیا
عکس ڈالا تو کس انداز و ادا سے ڈالا — کس قدر آپ نے آئینے کو حیران کیا

دل گیا تو ہے بہت خوش ہو کے کوئے زلف میں — ایک دن آخر وہاں سے بھی نکالا جائے گا
تم کو آرائش مبارک ہو مگر اتنا سوچ لو — دیکھنے والے سے دل کیوں کر سنبھالا جائے گا
سرگذشتِ غم کہیں آخر تو کس کس سے کہیں — ہم جگر ٹالیں گے جب تک ہم سے ٹالا جائے گا

جو دل ہم نے دیا تو اس قدر مغرور کیوں تم ہو — بڑائے مال پر دنیا میں اترانا نہیں اچھا
کہیں ایسا نہ ہو وہ حق بجانب فیصلہ کر دے — بتِ کافر خدا کو درمیاں لانا نہیں اچھا
جو میں نے سونگھ لی زلفوں کی بو اس نے کہا ہنس کر — رہے کچھ ہوش بھی جس کو وہ دیوانہ نہیں اچھا
اگر قدرِ وفا ہو تو وہاں تم سر کے بل جاؤ — نہ ہو قدرِ وفا تو اے جگر جانا نہیں اچھا

بزمِ دل میں حسرتِ دیدار کا قتل ہو گیا — وہ کب آئے جب چراغِ زندگی گل ہو گیا
سنگِ طفلاں، شورِ طفلاں، فوجِ طفلاں ساتھ تھا — جس طرف نکلا ترا دیوانہ اک غل ہو گیا

حسرتِ دیدارِ گلشن میں پھڑک کر مر گئی　　آخرش کنجِ قفس تابوتِ بلبل ہو گیا

ردیف 'ب'

غضب کیوں نہ ڈھائے تمہارا شباب　　یہ پیاری ادائیں، یہ پیارا شباب
خدا چشمِ بد سے بچائے تمہیں　　امنگوں پہ ہے اب تمہارا شباب
جگر کیا ہوا وہ جوانی کا جوش　　جگر کیا ہوا وہ تمہارا شباب

بڑا ہجوم ہے ساقی کسے پلائے شراب　　بڑھے ہیں دستِ طلب سیکڑوں برائے شراب
عدو کو جام دیے تم نے دستِ رنگیں سے　　لہو کے گھونٹ پیے ہم نے بھی بجائے شراب
جگر نے پی بھی نہیں اور ہو گیا بے ہوش　　یہ میکدے میں بڑھی مستیٔ ہوائے شراب

جان کا دشمن ہوا ہے یار اب　　روٹھتا ہے دن میں سو سو بار اب
گالیاں تو سیکڑوں تم دے چکے　　چوم لینے دو ہمیں رخسار اب
شام کے مرڈے کو کب تک رو دیئے　　ہے دوا اے دردِ دل بیکار اب

ردیف 'پ'

بچھا رکھوں میں آنکھیں رہگذر میں　　کبھی آ جائیں شاید میرے گھر آپ

ہمارا دل نہیں قابو میں رہتا ادا سے دیکھتے ہیں جب ادھر آپ
خبر سارے زمانے کی ہے لیکن ہمارے حال سے ہیں بے خبر آپ
کہا مانیں گلے ہم کو لگا لیں ہماری زندگی چاہیں اگر آپ

ڈسا کیے دلِ وحشت زدہ کو کالے سانپ بڑھی جو زلف سے الفت تو ہم نے پالے سانپ
جو دیکھ لیں وہ کہیں تیرے مارِ گیسو کو تو لوٹ جائیں کریں میری طرح نالے سانپ
خیالِ زلف کو دل میں جگہ نہ دیتے کاش برا کیا کہ جگر آستیں میں پالے سانپ

ردیف 'ت'

کہتا ہوں میں سنو تو سہی تم کسی کی بات کہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں ہم تیرے جی کی بات
پژمردہ غنچہ رکھ دیا ہے ان کے سامنے کہنا ہے ان سے دل کی کچھ افسردگی کی بات
تم حالِ دل سنو نہ سنو اختیار ہے لازم ہے آدمی کو سنے آدمی کی بات
ان کو غرورِ حسن بھی پاسِ حیا بھی ہے کہتے ہیں دل کی بات نہ سنتے ہیں جی کی بات

بھر گئی تھی سر میں کچھ ایسی ہوائے کوئے دوست خلد میں تڑپا کیے برسوں برائے کوئے دوست
رشک کے کانٹوں نے گھیرا گلشنِ غم میں رہے اے جگر لاؤں کہاں ہم کو ہوائے کوئے دوست

ہٹتا نہیں وہ چھوڑ کے اب آستانِ دوست دشمن پہ مہرباں ہے بہت پاسبانِ دوست

اپنے بیاں میں کیوں نہ ہو لطفِ بیانِ دوست — برسوں رہی ہے منہ میں ہمارے زبانِ دوست
بے ہوش ہو گئے تو ٹھکانے ہوئے حواس — ہم بے نشاں ہوئے تو ملا کچھ نشانِ دوست

نقشِ ہستی راہِ الفت میں مٹانا چاہیے — بے نشانی خود بتائے گی نشانِ کوئے دوست
میرے نالوں سے جو نیند اڑتی ہے ان کی رات کو — گالیاں دیتے ہیں مجھ کو ساکنانِ کوئے دوست

ہوئی ہے اور بھی کچھ عشق کے آزار کی صورت — نہ دیکھی جائے گی اب آپ سے بیمار کی صورت
ہوئے جب خاک تو خاک اڑ کے پہنچی ان کے دامن تک — جواب نکلی تو کیا نکلی وصالِ یار کی صورت
زمانہ ہو گیا دیدار سے محروم ہیں آنکھیں — جگر اب یاد بھی ہم کو نہیں دلدار کی صورت

سیکڑوں بھرتے ہیں آہیں کرتے ہیں نالے بہت — ایک وہ جانِ جہاں ہے چاہنے والے بہت
اے جنوں صحرا کے کانٹوں کو مبارکباد دے — میرے تلووں میں پڑے ہیں اس برس چھالے بہت
اے جگر بربادیِ دل کا تاسف کیا کریں — عشق نے آباد گھر برباد کر ڈالے بہت

حق تو یہ ہے کہ مرے سر پہ ہیں احسان بہت — اے بتو عشق میں نکلے مرے ارمان بہت
کس لیے موت کا ارمان ہے اتنا ہم کو — دل سلامت ہے تو مرنا بھی ہے آسان بہت
میرے دامن کو کہیں چھوڑ بھی اے دستِ جنوں — چاک کرنے کو ہیں دنیا میں گریبان بہت
کچھ بتاؤ تو سہی دل پہ جگر کیا گزری — کیوں نظر آتے ہو تم آج پریشان بہت

ردیف 'ٹ'

میری طرح وہ کچھ نہ کہے گا زبان سے — جو کھائے گا تری نگہِ سرمہ سا کی چوٹ
تم جھوٹ جانتے ہو اگر جھوٹ ہی سہی — میں کس طرح دکھاؤں دلِ مبتلا کی چوٹ
وہ کیوں اسیرِ زلف کے پرسانِ حال ہوں — ان کی بلا سے دل پہ لگی ہے بلا کی چوٹ
پھر دل لگا رہے ہو کسی سنگ دل سے تم — اچھی نہیں ہوئی ہے جگر جا بجا کی چوٹ

ردیف "ث"

اٹھے مرے بادشاہ، اے وارث — ہو ادھر بھی نگاہ، اے وارث
کام تیرے جگر کا بن جائے — ہو جو تیری نگاہ، اے وارث

ہزار جانیں اگر ہوں تو سب نثار کروں — ہزار دل ہوں تو تجھ پر کروں فدا وارث
خیال حضرت وارث مجھے رلاتا ہے — جو پوچھتا ہے کوئی کون ہے ترا وارث

آج کل ہم سے جو رہتے ہو خفا کیا باعث — کون تقصیر ہوئی کون خطا کیا باعث
باغباں سے نہ عداوت ہے نہ گلچیں سے خفا — ہم سے بدلی ہے گلستاں کی ہوا کیا باعث

نوٹ۔ اس منقبت کے سلسلے میں جگر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۲۰ء بوقت شب خواب میں اپنے پیرو مرشد حاجی سید وارث علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے (مذکورہ) غزل پڑھی بیدار ہونے پر یاد رکھی اور لکھی گئی۔

تو نے اے پیر خرابات دعا بھی مانگی — ابر کعبے کی طرف سے نہ اٹھا کیا باعث
کیا جگر پھر وہی غارت گر جاں یاد آیا — زندگی سے نظر آتے ہو خفا کیا باعث

ردیف "ج"

عید کا دن ہے گلے ملتے ہیں سب میخوار آج — کس قدر پیر مغاں کا گرم ہے بازار آج
کوئی زینت کوئی آرائش نہیں باقی رہی — یہ نہیں معلوم جاتے ہیں کہاں سرکار آج
پھر قیامت آنے والی ہے ہماری جان پر — پھر نظر آتا ہے برہم کچھ مزاجِ یار آج

ردیف "چ"

ہماری بات جھوٹی ہم بھی جھوٹے — جو کچھ تم کر رہے ہو ہے وہی سچ
اثر ہے اس لبِ معجز بیاں میں — جو نکلی بات منہ سے ہو گئی سچ
خدا نے اس لیے گویا کیا ہے — جگر لازم ہے بولے آدمی سچ

ردیف "ح"

سنبھالیں جگر دل کو ہم کس طرح — محبت کریں ان سے کم کس طرح
نگاہ دیکھتا ہے بڑے غور سے — وہ کرتے ہیں ہم پر ستم کس طرح
تعجب ہے اے ناتوانیٔ عشق — تڑپتے ہیں فرقت میں ہم کس طرح

دم نزع آکر وہ خود دیکھ لیں
نکلتا ہے آنکھوں سے دم کس طرح
جگر جانتے ہیں ذرا پوچھیے
تڑپتے تھے فرقت میں ہم کس طرح

تمھیں کسی کے تڑپنے پہ کیوں ترس آئے
ستم پسند طبیعت ہے آسماں کی طرح
جوان پہ سوز محبت کھلے گا محفل میں
گلا کٹے گا مرا شمع کی زباں کی طرح
شبِ فراق نہ آساں ہوئی مری مشکل
اجل بھی روٹھ گئی ایک مہرباں کی طرح
چلا ہوں یار کے در سے دل و جگر لیکر
کسی لٹے ہوئے برباد کارواں کی طرح

میں نے اس حسرت سے دیکھا پیار ان کو آگیا
جب وہ گھر جانے لگے پہلو سے اٹھ کر وقت صبح
عکس رخ دکھلا رہا ہے وصل کی شب کا سماں
اس لیے غصہ ہے ان کو آئینے پر وقت صبح
تم بتوں کا ذکر کرتے ہو برہمن سے جگر
لوگ لیتے ہیں خدا کا نام اٹھ کر وقت صبح

کوئی قاتل نہیں اس ترکِ جفا جو کی طرح
تیغ ہر وقت کھنچی رہتی ہے ابرو کی طرح
باغ عالم میں کسی پردہ نشیں کی الفت
غنچۂ دل میں چھپائے رہے ہم بو کی طرح
پھر تڑپ کر دل بیتاب کہاں جا پہنچا
ان کی مٹھی بھی ہے خالی مرے پہلو کی طرح
صدمۂ ہجر رہا یاد نہ غم کا شکوہ
دل میں کیا ڈال دیا آپ نے جادو کی طرح

روٹھنا وہ فتنہ گر کا رات وہ انکار صبح
آج آثارِ قیامت ہو گئے آثار صبح
وصل کی شب کیا تعجب ہے نکالے دشمنی
شام ہی سے آسماں پیدا کرے آثار صبح

ردیف "خ"

مستی میں جو وہ پھول سا رخسار ہوا سرخ
آنکھوں نے کہا ساغرِ دیدار ہوا سرخ

وہ تشنۂ خوں تھے ترے وحشی میں تہ تھا خوں
غصہ سے بیاباں کا ہر اک خار ہوا سرخ

جی بھر کے جو دیکھے گلِ رخسار کے جلوے
نظارے کا دامن دمِ دیدار ہوا سرخ

گلشن پر آج اوس خجالت کی پڑ گئی
کس رنگ پر ہے آپ کا باغِ جمالِ رخ

تیرے گدا کو ہے ترے دیدار کی ہوس
اے بادشاہِ حسن دکھا دے جمالِ رخ

کیا آفتابِ حشر سمائے نگاہ میں
دل میں جگر بسا ہے ہمارے خیالِ رخ

ردیف "د"

حرم و دیر کریں کافر و دیندار پسند
تیرے مستوں نے کیا خانۂ خمار پسند

منہ دوپٹے سے چھپائے بھی ہیں پھیرے بھی ہیں
ان کو ہے وصل میں ہر بات پہ تکرار پسند

ان وفاؤں پہ مری شکل سے اس کو نفرت
ان جفاؤں مجھے یار جفا کار پسند

بندۂ حسن جگر روزِ ازل سے ہوں میں
کیوں حسینوں کو نہ آئیں مرے اشعار پسند

روح مجنوں کی ہے مصروفِ بکا میرے بعد
دشت سے آتی ہے رونے کی صدا میرے بعد

یاد آئے گی بہت میری وفا میرے بعد
بھول جائے گی ستمگر کو جفا میرے بعد

خارِ صحرائے جنوں خشک زباں تر کر لیں   پھر نہ آئے گا کوئی آبلہ پا میرے بعد

ردیف 'ر'

شبِ وصال ہنسی آتی ہے مقدر پر   وہ ہم سے روٹھ کے سونے چلے ہیں بستر پر
وہ سخت جاں ہوں کہ قاتل ہے جاں سے عاجز   کبھی گلے پہ ہے خنجر کبھی ہے پتھر پر
چلیں گے کعبہ کو زمزم پہ دھو تو لیں زاہد   بہت شراب کے دھبے ہیں دامنِ تر پر
مریضِ عشق سے تنگ آ کے چارہ گر نے کہا   اسے بلاؤ یہ مرتا ہے جس ستمگر پر
شبِ فراق دلِ بیقرار دور رہے   تڑپ سکیں گے نہ ہم دونوں ایک بستر پر

جب وہ بالیں سے اٹھے اکھڑا ہوا دم دیکھ کر   رو دیے کس یاس سے ان کی طرف ہم دیکھ کر
اس کے ہنسنے اپنے رونے کا ہوا ظاہر نہ راز   کیوں ہنسا بے درد کیوں رونے لگے ہم دیکھ کر
وہ قیامت کی اداسی وہ بلا کی تیرگی   موت بھی گھبرا گئی میری شبِ غم دیکھ کر
پوچھتا ہے جب کوئی ہم سے نباہی کا سبب   سر جھکا لیتے ہیں صورت آپ کی ہم دیکھ کر

سامنے رہتا ہے اس ہوش ربا کا جلوہ   میں اگر ہوش میں آؤں بھی تو آؤں کیوں کر
اشک بھی گرم نکلنے لگے اے سوزِ دروں   آگ پانی میں لگی ہے میں بجھاؤں کیوں کر
تو وہ کم بخت ہے ہر بات پہ یاد آتا ہے   کیا کروں تجھ کو جگر دل سے بھلاؤں کیوں کر

راحت مجھے زمیں پہ جو دم بھر ہوئی نصیب
ایک آسمان ٹوٹ پڑا آسمان پر

ہم کو ملے نہیں لبِ اظہارِ آرزو
کس طرح لائیں حرفِ تمنا زبان پر

وہ ہنس کے پھیرتے ہیں جو ہم سے جگر نگاہ
ہم رو کے ڈالتے ہیں نظر آسمان پر

نازل سبھی ہوئیں شبِ غم میری جان پر
باقی رہی نہ کوئی بلا آسمان پر

رخصت ہوئے تو لے گئے رونق وہ اپنے ساتھ
بٹھلا گئے اداسی کا پہرا مکان پر

دشمن کا رشک، جورِ فلک، دوست کا عتاب
لاکھوں مصیبتیں ہیں مری ایک جان پر

ابرِ کرم جو چھائے ہیں مے کی دکان پر
میخواروں کے دماغ ہیں آج آسمان پر

اب دل میں حسرتیں ہیں نہ ارماں نہ ولولے
سودا نہیں رہا ہے ہماری دکان پر

دستار سے چھپائے ہوئے منہ جنابِ شیخ
وہ جا رہے ہیں پیرِ مغاں کی دکان پر

زلف آپ سے کرے گی ہماری برائیاں
اس واسطے لٹک کے یہ آئی ہے کان پر

شاگرد ہم امیر خدائے سخن کے ہیں
اردو کو ناز ہے جگر اپنی زبان پر

آ گئے عرصۂ محشر میں لحد سے اٹھ کر
سونے دیتا ترے دیدار کا ارماں کیوں کر

چاہ میں دل جو زلیخا کا نہ ڈوبا ہوتا
چاہِ کنعاں سے نکلتے مہِ کنعاں کیوں کر

کچھ تو یہ خوابِ پریشاں سے ہے ملتی جلتی
زندگی کو نہ کہوں خوابِ پریشاں کیوں کر

جی بہل جاتا ہے اے گردشِ ساغر تجھ سے
ہم کریں اور علاجِ غمِ دوراں کیوں کر

شوخئ رنگِ حنا اس پہ لہو کی سرخی
دستِ قاتل سے چھٹے خونِ شہیداں کیوں کر

دل گلچیں نہ جانِ باغباں پر
گری بجلی ہمارے آشیاں پر

زباں کو چوم لیتے ہیں مرے ہونٹھ
جب اس کا نام آتا ہے زباں پر

وہ کیوں سننے لگے فریاد میری
لگے ہیں کان دشمن کی فغاں پر

جگرؔ کو جا کے متوالوں میں ڈھونڈو
پڑے ہوں گے کہیں مے کی دکاں پر

جن کی ہنسی نے خاک میں ہم کو ملا دیا
رونے بھی وہ نہ آئے ہمارے مزار پر

آشفتہ حال دیکھتے ہیں جب جگرؔ کو ہم
آنسو بھر آتے ہیں ستم روزگار پر

ہم تجھے مر کے دکھا دیں گے کہ یوں مرتے ہیں
خیر مرنے کو تو مرتا ہے زمانہ تجھ پر

یوں نہ ہر بات پہ دل توڑ دیا کرتا تو
دل اگر ٹوٹ کے آتا نہ ہمارا تجھ پر

ردیف "ڑ"

اے دلِ بیتاب تو بھی جا ہمارا ساتھ چھوڑ
ہم رہیں گے ہجر میں تنہا ہمارا ساتھ چھوڑ

ان کی زلفوں میں نہ پہلو میں ہمارے ہے جگر
جا دلِ بے تاب جا ان کا ہمارا ساتھ چھوڑ

دیر سے ہم کو حرم کیوں لے چلا ہے اے جگرؔ
مان لے للّٰہ تو کہنا ہمارا ساتھ چھوڑ

دیکھ لے اچھی طرح مرنے کی حالت منھ نہ موڑ
آخری دیدار ہے اے بے مروت منھ نہ موڑ

روٹھنے والے بنی جاتی ہے میری جان پر
بے وفا، بے درد، ظالم، بے مروت منھ نہ موڑ

کون ہے جو روٹھنے والے سے سمجھا کر کہے — دیکھ کر اپنے جگر کی غیر حالت منھ نہ موڑ

اگر خدا ہے تو کر رحم اے بتِ کافر — خدا نہیں ہے تو پھر خدا نہ ہم سے بگڑ
تڑپ کے اس نے بہت سچ ہے تجھ کو تڑپایا — قصور دل کا ہے اے بے وفا نہ ہم سے بگڑ

ایسی نہ آنکھ ڈال جھپک جائے میری آنکھ — دستِ نگہ سے ساغرِ دیدار کو نہ توڑ
یہ سبحۂ شکستہ کے کام آئے گا کبھی — اے شمع میرے رشتۂ زنار کو نہ توڑ

ردیف 'ز'

حسرت تری ہے دل کو مرے دلربا عزیز — الفت تری ہے جان سے مجھ کو سوا عزیز
تو نے ذلیل جس کو کیا وہ ہوا ذلیل — تو نے عزیز جس کو کیا وہ ہوا عزیز
غربت سے اے جگر کہیں اپنے وطن کو چل — کرتے ہیں یاد تجھ کو ترے اقربا عزیز

ردیف 'س'

ہزار بار گئے دوڑ کر تمہارے پاس — مگر نہ بیٹھے کبھی آ کے تم ہمارے پاس
غنی ہے درہم داغِ وفا سے دل اپنا — نہ مال ہے نہ خزانہ جگر ہمارے پاس

سوا بے قراری کے لے چارہ گر — نہیں اور کچھ قلبِ مضطر کے پاس
دہنِ خشک زخموں کے بھی تر کریں — جو پانی ہو قاتل کے خنجر کے پاس
جگرؔ پھر قیامت کا ہے سامنا — چلے پھر اُس آشوبِ محشر کے پاس

ردیف 'ش'

ذرا دیکھو تو چل کر وقتِ آخر آرزو کیا ہے — ذرا پوچھو تو اپنے عشق کے بیمار کی خواہش
جگرؔ تعریف حسنِ یار میں نے عمر بھر کی ہے — حسینانِ جہاں کو ہے مرے اشعار کی خواہش

ردیف 'ص'

ہزار سحر و فسوں سے بھی ہے سوا اخلاص — ہماری جان کا دشمن ہوا ترا اخلاص
یہ کیا ہوا کہ تری آنکھ پھر گئی ہم سے — کہاں گئی وہ عنایت کہاں گیا اخلاص
ہزار جان سے اس پر نثار تو کیوں ہے — جگرؔ کرے گا نہ تجھ سے وہ دل ربا اخلاص

ردیف 'ض'

نہ ستم دوست سے مطلب نہ ستمگر سے غرض — دل سے کچھ کام رہا ہم کو نہ دلبر سے غرض
زلفِ جاناں میں رہے ساتھ ہمارا چھوڑے — اس کو ہم سے نہ ہمیں کچھ دلِ مضطر سے غرض

در میخانہ جگر اپنے لیے کافی ہے — ہم کو تسلیم سے مطلب ہے نہ کوثر سے غرض

ردیف 'ط'

تم بھی سن لو جگر جو سننا ہے — غیر پڑھوا رہا ہے یار کا خط

ردیف 'ظ'

شراب ناب کو منھ سے ذرا لگا واعظ — مے طہور کا میں وصف سن چکا واعظ
تری طرح نہیں توڑا کبھی کسی کا دل — جو ہم نے توڑی بھی توبہ تو کیا ہوا واعظ
میں جانتا ہوں حقیقت بہشت و دوزخ کی — خدا کے واسطے باتیں نہ تو بنا واعظ
گناہگار ہیں ہم ذات ہے غفور اس کی — خدا خدا کر ارے تو نہیں خدا واعظ

ردیف 'ع'

دیکھ سکتا ہوں میں جلتا نہ کسی کو روتا — میری محفل سے جدا رہتے ہیں پروانہ و شمع
دل جلانے جگر آتے ہیں جو اس بزم میں ہم — رات بھر ہم سے خفا رہتے ہیں پروانہ و شمع

ردیف 'غ'

جل رہا ہے داغِ حسرت کا چراغ — بزم دل میں تھا محبت کا چراغ
او بجھانے والے شمعِ زیست کے — اب جلا دے آکے تربت کا چراغ
تیرگی ہستی کی پھیلے کس طرح — دل میں روشن ہو جو ہمت کا چراغ

ردیف 'ف'

ادھر بھی ہو کبھی چشمِ کرم اے غیرتِ یوسف
زلیخا کی طرح مرتے ہیں ہم اے غیرتِ یوسف

جگر کی آنکھ سے جو تجھ کو دیکھے وہ کہے دل سے
نہیں یوسف سے تو خوبی میں کم اے غیرتِ یوسف

ردیف 'ق'

پیدا ہوا ہے عشق ہمارے ہی واسطے
پیدا کیا ہے ہم کو خدا نے برائے عشق

دل ایک بھی نہیں مرضِ عشق سے بچا
سنیے جدھر اُدھر ہے صدا ہائے ہائے عشق

مجروح دل ہمارا لہو ہو کے بہہ گیا
وہ ابتدائے عشق تھی یہ انتہائے عشق

دل دے کے ہم نے عشق کی دیکھی ہے ابتدا
دیکھیں گے جان دے کے جگر انتہائے عشق

ردیف 'ک'

وہ حالِ زار پر میرے نہ ہونگے مہرباں کب تک
رہیں گی مست آنکھیں مائلِ خوابِ گراں کب تک

یہ اندازِ ستم او سنگ دلِ نامہرباں کب تک
جفا کی آرزو کب تک وفا کا امتحاں کب تک

ہماری خاک تو برباد ہو جائے گی دم بھر میں
رہیں گی آپ کی رفتار میں اٹھکھیلیاں کب تک

جوابِ صاف جو دینا ہووے دو سوچتے کیا ہو
سنائیں تم کو اپنی حسرتوں کی داستاں کب تک

خدا جانے ملے گا خاک میں بیتاب دل کس دن　　خدا جانے مٹیں گی عشق کی رسوائیاں کب تک

ردیف 'گ'

آمادہ دشمنی پہ ہے وہ نوجواں الگ　　اے چرخِ پیر تو بھی ہے خواہانِ جاں الگ
اے دل میں ان سے پہلے کہوں ماجرائے دل　　قصہ ترا جدا ہے مری داستاں الگ
کنجِ قفس میں جان پہ دوہرے عذاب ہیں　　داغِ چمن جدا ہے، غمِ آشیاں الگ
دو ظالموں کے ناز اٹھاتے ہیں، ہم جگر　　ان کی جفا الگ ستمِ آسماں الگ

ردیف 'ل'

تو نے زمانے بھر کے ستم گر ستائے دل　　گھر گھر سے آ رہی ہے صدا ہائے ہائے دل
میری طرح کوئی نہ مٹے راہِ عشق میں　　میری طرح کسی پہ کسی کا نہ آئے دل
محشر خرام تم ہو نکلتے ہو جس طرف　　کہتا ہے کوئی ہائے جگر کوئی ہائے دل
ہنس ہنس کے تم سنو تو مزہ دے یہ داستاں　　رو رو کے ہم بیان کریں ماجرائے دل
آتے ہیں یاد عشق کے صدمے تو اے جگر　　بے ساختہ زباں سے نکلتا ہے ہائے دل

بس کا چلنا قیامت بپا کرے
قیامت

ردیف 'م'

التجا اس سے کریں ہم کو دعا سے کیا کام　　کام ہے اس بتِ کافر سے خدا سے کیا کام

زیب و زینت میں بھی انداز ہو سفاکی کا — تم مرے خوں ہی سے رنگو ہاتھ حنا سے کیا کام
بتِ کافر نے جگر دیکھ کے مسجد میں کہا — بندۂ عشق ہے تو یادِ خدا سے کیا کام

اب اور بھی مرا دلِ ناداں سمجھ چکا — باہیں گلے میں ڈال کے سمجھا رہے ہو تم
آؤ جگر سنائیں تمہیں داستانِ دل — تنہا شبِ فراق جو گھبرا رہے ہو تم

یارانِ رفتگاں جو کبھی یاد آ گئے — رو آئے خوب گورِ غریباں میں جا کے ہم
بے دل نہیں وصال کی ناکامیوں پہ بھی — صابر ہیں عاشقوں میں جگر انتہا کے ہم

ردیف 'ن'

جیتے ہیں اس کو دیکھ کر مرتے ہیں انتظار میں — ابھی حیات و موت ہے دوست کے انتظار میں
حسرتِ دید لے گئی دونوں جگہ کشاں کشاں — دن کو درِ رقیب پر رات کو بزمِ یار میں

ادا پسند ہیں ان کی ادا پہ مرتے ہیں — قضا سے عشق ہے ہم کو قضا پہ مرتے ہیں

تمنا ہے کہیں مل جائے قاتل ذبح کر ڈالے — گلے پر اپنے گھر سے رکھ کے ہم خنجر نکلتے ہیں
خدا جانے امیدِ وصل کیوں کر مرنے دیتی ہے — تمہارے چاہنے والوں کے دم کیونکر نکلتے ہیں
جگر بخشے نہ بخشے منحصر ہے اس کی مرضی پر — قصور ایسے بہت ہیں جو ہمارے سر نکلتے ہیں

گل عنادل کو مبارک رہیں گلزاروں میں
ہے وہی رنگ وہی بو ترے رخساروں میں

اس سے بڑھ کر نہیں دنیا میں حیات جاوید
لطف سے عمر گزر جائے اگر یاروں میں

برائی میں ہماری جو بھلا اپنا سمجھتے ہیں
وہ اچھے ہیں سمجھتے ہیں جو کچھ اچھا سمجھتے ہیں

جگر پر خاتمہ ہے وضعداری کا زمانے میں
جسے اچھا سمجھتے ہیں اسے اچھا سمجھتے ہیں

وہ بدگماں ہیں ابھی تک کمال کرتے ہیں
حلال کر کے ہمیں پھر حلال کرتے ہیں

طواف کرتے ہیں ہم اس مزار کا برسوں
وہ ایک بار جسے پائمال کرتے ہیں

نگاہوں میں لگاوٹ ہے مگر وہ تن کے بیٹھے ہیں
بگڑ کر اس طرح بیٹھے ہیں گویا بن کے بیٹھے ہیں

جنھوں نے دل دکھا کر ہم کو دنیا سے اٹھایا ہے
وہ دل پکڑے ہوئے اب سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

ہماری جان ہو کر جان لینے کا ارادہ ہے
ہمارے دوست ہو کر پاس وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

سر محفل اداسی شمع کی ہے دید کے قابل
اجالے میں جو ہم ان کے رخ روشن کے بیٹھے ہیں

وصل کا قول نہ پیمان وفا دیتے ہیں
لے کے دل بیٹھ رہے دیکھیے کیا دیتے ہیں

دل سے کہتا ہے یہ اس شعلۂ عارض کا خیال
جس میں ہم رہتے ہیں اس گھر کو جلا دیتے ہیں

کیا وفادار ہیں سب چاہنے والے تیرے
تو ستاتا ہے وہ کمبخت دعا دیتے ہیں

جب وہ سوتے ہیں یہ کم بخت جگا دیتے ہیں
دل میں ہے درد تو نالے بھی مزہ دیتے ہیں

رونے دیتے نہیں جی بھر کے جنابِ ناصح
باتیں کرتے ہیں کچھ ایسی کہ ہنسا دیتے ہیں

یہ کہہ کے دل کو ہجر میں سمجھائے جاتے ہیں
کیوں بے قرار ہے وہ ابھی آئے جاتے ہیں
باقی ہیں انتہائے محبت کی سختیاں
ہم ابتدائے عشق میں گھبرائے جاتے ہیں
غم میں ہمارے آپ نہ اتنا اداس ہوں
تربت کے پھول دیکھیے مرجھائے جاتے ہیں

کلیجہ پھک رہا ہے ہجر میں گرمِ فغاں ہم ہیں
جلے گا تو بھی تیری تاک میں اے آسماں ہم ہیں
نہ ہم سا باوفا ہوگا نہ تم سا بے وفا ہوگا
ہمارے قدرداں تم ہو تمہارے قدرداں ہم ہیں
جو تم پوچھو گے محشر میں گنہگارِ محبت ہو
تو کہہ دیں گے گنہگارِ محبت ہم ہیں ہاں ہم ہیں
ادھر ہم محوِ حیرت ہیں ادھر تم محوِ زینت ہو
خدا جانے کہاں تم ہو خدا جانے کہاں ہم ہیں
میں کہتا ہوں بڑے ظالم بڑے نامہرباں تم ہو
وہ کہتے ہیں بڑے ظالم بڑے نامہرباں ہم ہیں

لیے جاؤ جگر میں چٹکیاں ہم دل سنبھالے ہیں
تمہارے ظلم پنہاں بھی زمانے سے نرالے ہیں
سنبھل سکتا نہیں آنچل بھی تم سے بھرے سینے پر
ہمیں دیکھو دلِ بیتاب کو کیسے سنبھالے ہیں

صنم تیرے آشفتہ حالوں میں ہیں
جگر بھی تو اللہ والوں میں ہیں
اگر دل میں چبھتے تو آتا مزہ
وہ کانٹے جو تلوے کے چھالوں میں ہیں
ابھی ہے چمن میں نشانِ بہار
ابھی کچھ شگوفے نہالوں میں ہیں
جگر کو نہیں آپ پہچانتے
اسی شہر کے رہنے والوں میں ہیں

نہیں معلوم ہم کس دل شکن کو یاد کرتے ہیں
کلیجہ منھ کو آجاتا ہے جب فریاد کرتے ہیں

ہماری بے خودیٔ شوق دنیا سے نرالی ہے
ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کس کو یاد کرتے ہیں

ہمارا دل دکھا کر چین سے تم بھی نہیں رہتے
کلیجہ تھام لیتے ہو جو ہم فریاد کرتے ہیں

ہو کے رخصت جو وہ چلتے ہیں ہمارے گھر سے
ہم کو روتے در و دیوار نظر آتے ہیں

قابلِ رحم ہے صیاد پھڑکنا ان کا
جو ابھی تازہ گرفتار نظر آتے ہیں

تم عیادت کو مری آئے تو دنیا بھر میں
لوگ بیمار ہی بیمار نظر آتے ہیں

واقعہ کچھ تو ہوا ہے کہ جگر کے در پر
لوگ روتے ہوئے دو چار نظر آتے ہیں

رہے تم کس دلِ حسرت اثر میں
ہوئی تبدیل صورت رات بھر میں

وہ تم نے چٹکیاں لی ہیں جگر میں
لہو آگیا ہے چشمِ تر میں

نکلتا ہی نہیں گھر سے وہ قاتل
کئی خنجر نہ ہوں جب تک کمر میں

مری گردش سے ہے عالم کو گردش
مرے ہمراہ منزل ہے سفر میں

جلایا سوزشِ دل نے پھر ان کو
جہاں ٹانکے لگے زخمِ جگر میں

اثر اتنا تو دے یارب شبِ غم میرے شیون میں
تڑپ جائے کوئی پیماں شکن آغوشِ دشمن میں

گلا تو دیکھ اے طاؤس اس عنقائے خوبی کا
لگا ہے کون سا سرخاب کا پر تیری گردن میں

ہمارے سامنے کیا ہے حقیقت عشقِ مجنوں کی
بہت سے کھیل ایسے ہم نے کھیلے تھے لڑکپن میں

یہ کیسی چال تم آکر چلے گورِ غریباں میں
جسے دیکھو وہ کروٹ لے رہا ہے اپنے مدفن میں

کیا کرے ناصح بھی سمجھاتا نہیں | کچھ سمجھ ہی میں مری آتا نہیں
کیوں نصیحت کر رہے ہیں سب ہمیں | کوئی ان کو جا کے سمجھاتا نہیں
کوچۂ جاناں عدم سے کم نہیں | جو وہاں جاتا ہے پھر آتا نہیں
پاس آنے کو کہیں کس سے جگر | دور سے وہ شکل دکھلاتا نہیں

دل میں وہ آگ لگاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں | اپنا گھر آپ جلاتے ہیں بُرا کرتے ہیں
تم جفاکار نہیں پھر بھی جفا کرتے ہو | ہم وفادار نہیں پھر بھی وفا کرتے ہیں
پوچھتے پھرتے ہیں بیمارِ محبت گھر گھر | وہ کہاں رہتے ہیں جو سب کی دوا کرتے ہیں

تجھ سا بھی کوچہ گرد نہ ہوگا جگر کہیں | کم بخت شام کو ہے کہیں تو سحر کہیں
محفل میں تیری جل تو رہا ہے چراغِ دل | گُل ہو نہ جائے صورتِ شمعِ سحر کہیں
یوں لکھ رہے ہیں نامۂ حسرت کسی کو ہم | دل کا لہو کہیں ہے تو خونِ جگر کہیں

کھینچے ہیں صورتِ خنجر یے تلوار بیٹھے ہیں | وہ کس کی جان لیں گے کس سے وہ بیزار بیٹھے ہیں
بڑی جلدی تھی موسیٰ کو جو گھبرا کر چلے آئے | ابھی تک طور پر کچھ طالب دیدار بیٹھے ہیں
یہی کیا کم ہے کوچے سے نہ اس نے ہم کو اٹھوایا | یہی کیا کم ہے زیر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں
یہ جب سے سن لیا ہے دیکھنے تو آنے والا ہے | ترے بیمار کو گھیرے ہوئے بیمار بیٹھے ہیں

لائی کہاں سے چھین کے دل وہ نظر کہاں | جادو میں بھی اثر ہے مگر یہ اثر کہاں

وہ دیکھتے ہیں غیر کو، ہم ان کو بزم میں
ان کی نظر کہاں ہے ہماری نظر کہاں

کم بخت بڑھ کے صبحِ قیامت سے مل گئی
دیکھی شبِ فراق کی ہم نے سحر کہاں

دامانِ خوں چکاں وہ چھپائے ہیں حشر میں
لائی ہے رنگ سرخئ خونِ جگر کہاں

وہ بھی تو دل کے ساتھ لہو ہو کے بہہ گیا
باقی رہی شکایتِ دردِ جگر کہاں

حسنِ بتاں میں شانِ خدا ہم نے دیکھ لی
پہنچی کہاں سے جا کے ہماری نظر کہاں

یہ کون جانتا تھا کہ آوارہ گرد ہو
کل رات کو ملے تھے ہمیں تم جگر کہاں

ایک عالم ہے کہ ہے تیری جفا سے نالاں
ایک ہم ہیں کہ تجھے دادِ ستم دیتے ہیں

تجھ کو ہوائے یاس بجھاتی ہے ہر جگہ
اے شمعِ آرزو تجھے روشن کہاں کریں

منصور ہم نہیں جو انا الحق پکار اٹھیں
مر جائیں رازِ دوست نہ منہ سے بیاں کریں

آوارگانِ عشق نہیں بوئے گل سے کم
رنجِ چمن کریں نہ غمِ آشیاں کریں

بے درد تم ضرور ہو پر یہ تو سوچ لو
دل میں نہ ہو جو درد تو ہم کیوں فغاں کریں

سب دل آزار کہتے ہیں جس کو
ہم اسے دلنواز کہتے ہیں

اے جگر شعر ہم نہیں کہتے
عشق و الفت کا راز کہتے ہیں

جو بکھری ہیں زلفیں ادا سے خفا ہیں
جگے ہیں تو بادِ صبا سے خفا ہیں

خدا سے ہوں ناخوش مقدر سے بگڑیں
جگر کیوں بتِ بے وفا سے خفا ہیں

مجھے در سے اٹھوا کے کہتے ہیں ہنس کر — کوئی ان سے پوچھے کہاں جا رہے ہیں
وطن آ گئے ہیں جو شادِ سخن در — جگر بھی بہت شادماں جا رہے ہیں

ردیف 'و'

اے فتنۂ دوراں دمِ رخصت نہ خفا ہو — تو روٹھ کے اٹھا ہے قیامت نہ بپا ہو
معشوق میں شوخی ہو شرارت ہو ادا ہو — ان سب کو چھپائے ہوئے تھوڑی سی حیا ہو
ہر وقت اسیرانِ قفس ڈرتے ہیں دل میں — ایسا نہ ہو صیاد پھڑکنے سے خفا ہو
کس یاس سے منزل کی طرف دیکھ رہا ہوں — مجھ سا سرِ منزل نہ کوئی آبلہ پا ہو
دیکھا نہیں قربان ہوئے جاتے ہیں اس پر — یہ حال نہ ملنے پہ ہے مل جائے تو کیا ہو
دم توڑ چکا آپ کا بیمارِ محبت — اب کام نہ آئے گی دوا ہو کہ دعا ہو
دل ٹوٹ گیا اس کا تو دشوار ہے جینا — ناراض ہو تم سب سے جگر سے نہ خفا ہو

بت لوٹ لے گئے دلِ صبر و قرار کو — کیا کیجیے مشیت پروردگار کو
کیا بات ہے جو اور بھی بڑھتا ہے اضطراب — جب تم سنبھالتے ہو دلِ بے قرار کو

اتنا بھی شوخ ہاتھوں میں رنگِ حنا نہ ہو — ان کو بھی مار ڈالیے جن کی قضا نہ ہو
آؤ تو اپنے خاک نشینوں کے پاس تم — آنکھیں بچھائیں گھر میں اگر بوریا نہ ہو
کیا تم نے کہہ دیا ہے مریضانِ عشق سے — سب کی یہی دعا ہے کہ یا رب شفا نہ ہو

سچا نہ ہوگا یار سے بڑھ کر کوئی جگر / وعدہ ہو روز اور کسی دن وفا نہ ہو

چشم کرم ہو سب پر، ہم سے نظر پھری ہو / تم موت ہو ہماری دنیا کی زندگی ہو

تم شوق سے ستاؤ کیوں ظلم میں کمی ہو / ہم آپ چاہتے ہیں دشوار زندگی ہو

بیمار کو تم اپنے یوں چھوڑ کر نہ جاؤ / یا درد جان لے لے یا درد میں کمی ہو

کوچے میں اپنے اس کو کیوں کر وہ بیٹھنے دیں / بدنام ہو جو گھر گھر رسوا گلی گلی ہو

زندہ رہے وہ ہم کو برباد کرنے والا / ہوتی ہے تو بلا سے برباد زندگی ہو

اک نیم جاں تڑپ کر مقتل میں کہہ رہا تھا / قاتل کی زندگی ہو قاتل کی زندگی ہو

کچھ سوزِ غم کی حالت کہنا ہے شمع تجھ سے / سن لے مری کہانی اپنی جو کہہ چکی ہو

تیری نظر کا پھرنا کیا ہے یہ کون جانے / وہ جانتا ہے جس پر الٹی چھری پھری ہو

شاید جگر ملیں وہ دل سے نہیں ملیں گے / ہم ان سے کہہ چکے ہیں تم جیسے آدمی ہو

اسی کافر ادا کے ہجر میں جو ہے وہ نالاں ہے / اذانِ شیخ ہو یا شورِ ناقوسِ برہمن ہو

بھری ہے آگ دل میں اور جلتا ہے کلیجہ بھی / جگر تم کو محبت نے جلایا ہے جلے تن ہو

حسیں ایسا کوئی مل جائے یارب / مقدر کی طرح جو مہرباں ہو

کسی کی جستجو میں کھو گیا ہے / دلِ گم گشتہ کیا جانے کہاں ہو

جگر آساں نہیں ہے عشق کرنا / کہیں ایسا نہ ہو جی کا زیاں ہو

کیا بدنظر ہے جو بڑی دیر سے دل کو ‏ — للچائی ہوئی آنکھ سے تم دیکھ رہے ہو
کانوں سے جگر جو نہ کبھی پہلے سنا تھا — دل دے کے وہی آنکھ سے تم دیکھ رہے ہو

شبِ غم دے مدد ہر موئے تن بن کر زباں مجھ کو — فسانہ یار کی زلفوں کا کرنا ہے بیاں مجھ کو
نہ شکوہ مجھ کو آتا ہے نہ آتی ہے فغاں مجھ کو — ستائے وہ ستم گر یا ستائے آسماں مجھ کو
دیا ہے حکم اس بے درد نے در سے اٹھانے کا — میں رو کر پاسباں کو دیکھتا ہوں پاسباں مجھ کو

بلایا اپنے گھر جب مٹ چکا گھر بارِ الفت کا — نشاں اپنا بتایا کر چکے جب بے نشاں مجھ کو
ذرا آنکھیں ملاؤ اک ذرا میری طرف دیکھو — یہی اقرار تھا مجھ سے یہی دی تھی زباں مجھ کو

جب کیا جلوہ نما اے مہہ رعنائی ہو — آئی پردے سے یہ آواز کہ سودائی ہو
لذتِ خواب کا ذکر اس سے نہ کر اے ہمدم — عمر بھر آنکھ نہ جس نے کبھی جھپکائی ہو
وہ فسانہ مرے ٹوٹے ہوئے دل کا نہ سنے — چوٹ جس نے نہ کلیجے پہ کبھی کھائی ہو
رنگ استاد میں آتے ہوئے کیوں ڈرتے ہو — تم جگر جرعہ کشِ بادۂ مینائی ہو

ہنسی ہے کیا اداسی دیکھنا گورِ غریباں کی — سبھی رو دیں گے چاہے تم ہو چاہے شمعِ تربت ہو
اشارے میں نگاہِ واپسیں سب کہہ گزرتی ہے — تمنا پیار کی ہو یا گلے ملنے کی حسرت ہو

وہ دامن سے جھاڑے تو قدموں سے لپٹے — مری خاک ہو یار کی رہگذر ہو

جہاں دل ہو تم اس جگہ پاؤں رکھنا　　کبھی گر ہماری لحد پر گذر ہو

ردیف 'ہ'

کششِ حسن جو ہو عشق کی تاثیر کے ساتھ　　دل مرا کھنچ کے نکل آئے تمہے تیر کے ساتھ
جان کر کیوں نہ خطائیں کریں ہر وقت جگر　　پیار سے دیکھ بھی لیتے ہیں وہ تعزیر کے ساتھ

کرے سامنا اس کی تیغ ادا کا　　محبت ہو جس کو قضا سے زیادہ
سنبھلتا نہیں دل جو فریاد سن کر　　وہ ڈرتے ہیں آہِ رسا سے زیادہ

چٹکیاں دل میں بار بار نہ لو　　دکھ نہ جائیں کہیں تمہارے ہاتھ
بحرِ الفت میں غرق ہونے تک　　نا بمقدور ہم نے مارے ہاتھ

یہ سب ہے حضرت واعظ کی افترا سازی　　بہشت کو نہیں نسبت ہے کوے یار کے ساتھ
جدا کرے گی کسی روز ان کے کوچے سے　　صبا کو لاگ ہے اب تک مرے غبار کے ساتھ

ردیف 'ی'

پھرا کرتی ہے چشمِ شوق میں صورت محمدؐ کی　　رہا کرتی ہے سوتے جاگتے حسرت محمدؐ کی

خدا کی شان پیدا تھی جمالِ پاکِ احمدؐ سے — خدا کے نور سے معمور تھی صورت محمدؐ کی
کلیجے سے لگائے رہتے ہیں اس واسطے دل کو — اس آئینے میں آتی ہے نظر صورت محمدؐ کی

ازل سے مبتلا ہے دل غمِ عشقِ محمدؐ میں — مری تقدیر اچھی ہے مرا آزار اچھا ہے
بہ آسانی صراط و حشر کی کٹ جائے گی منزل — نہ ہے قسمت ہمارا قافلہ سالار اچھا ہے

سہارا راہِ عشقِ مصطفےٰؐ میں کون دے ہم کو — خدا کی شان ہے یا اے دلِ حسرت فزا تو ہے

دل اپنا غم و درد و حسرت سے خوش ہے — حبیبِ خدا کی محبت سے خوش ہے
جسے بھا گیا ہے غمِ عشقِ احمدؐ — وہ آرام سے خوش نہ راحت سے خوش ہے

اٹھنے کو لاکھ حشر اٹھے میری آہ سے[1] — او سونے والے تو نہ اٹھا خواب گاہ سے
زینت کے وقت یہ بھی ذرا دیکھتے رہو — آئینہ دیکھتا ہے تمھیں کس نگاہ سے
تم نے تو ہم کو قتل کیا تھا خوشی خوشی — پھر کیوں اداس اداس چلے قتل گاہ سے
کیوں دیکھتے ہو سوئے فلک مسکرا کے تم — بجلی چرا نہ لے کہیں شوخی نگاہ سے
ایسے بھی چند شعر جگر اس غزل میں ہیں — گزرے ہیں جو خدائے سخن کی نگاہ سے

سرِ محفل خدا کرنے ہم اس پر اپنی جاں آئے — مگر وہ بے مروت کہہ رہا ہے تم کہاں آئے

---

[1] حضرت امیر مینائی

ہماری سرگذشتِ دل سن کر یہ فرمایا
زباں پر اب نہ بھولے سے کبھی یہ داستاں آئے
پھڑک لینے دے اے صیاد تیرا کیا بگڑتا ہے
اسیرانِ قفس کو جب خیالِ آشیاں آئے
امیر اہل زباں تھے ہم جگر شاگرد ہیں ان کے
رہے جو ہم زباں اپنا اسے اردو زباں آئے

نشانِ ستم باغباں چھوڑ دیتے
جلاتے مجھے آشیاں چھوڑ دیتے
اٹھائے تو ہوتے مرے پھول تم نے
گزرتے اگر کچھ گراں چھوڑ دیتے

اس نے جب ہم کو نکلوایا تھا اپنی بزم سے
آنکھ سے آنسو نکل آئے تھے اتنا یاد ہے
ہر گھڑی وہ دل ربا رہتا تھا ہم پر مہرباں
یاد ہیں وہ دن جگر وہ بھی زمانہ یاد ہے

کہتے ہیں لے یہ ترا دل ہے حوالے تیرے
اب نہیں ہم سے سنے جاتے ہیں نالے تیرے
سونے دیتا ہے جگر ان کو نہ خود سوتا ہے
کیا کریں گے ارے کم بخت یہ نالے تیرے

مزہ آتا ہے اس کے ہاتھ سے برباد ہونے میں
رہے آباد یارب جو ہمیں برباد کرتا ہے
اسی کے بس میں ہے ہر دل کی ویرانی و آبادی
وہی ویران کرتا ہے وہی آباد کرتا ہے

گلے مجھ کو لگا کر پھیرتا ہے حلق پر خنجر
محبت کس قدر مجھ سے مرا جلاد کرتا ہے
عجب انداز دیکھے انتہائے عشق کے ہم نے
زباں خاموش ہو جاتی ہے دل فریاد کرتا ہے

نکلتا ہے مگر ارمان یوں بھی کم نکلتا ہے
وہ سر زانو پہ رکھتے ہیں ہمارا دم نکلتا ہے

رقابت کیوں نہ ہو جائے مجھے سارے زمانے سے
جسے سنتا ہوں یہ کہتا ہے ان پر دم نکلتا ہے

تجھے زاہد نہیں معلوم فیضِ پیرِ میخانہ
جو رِستا ہے خمِ مے چشمۂ زمزم نکلتا ہے

گماں ہوتا ہے یہ ناقوس کے پُر درد نالے سے
کہ اس بت کو محبت ہے کسی اللہ والے سے

الجھتا کیوں ہے درباں اس گلی کے مٹنے والے سے
اٹھائے سے وہ اُٹھے گا نہ نکلے گا نکالے سے

خمارِ شوقِ وصلِ یار کے کچھ راز کھلتے ہیں
چھلکتی ہے شرابِ آرزو جب دل کے پیالے سے

خدا نے اے چراغِ دیر دی وہ روشنی تجھ کو
ضیا شمعِ حرم کی گھٹ گئی تیرے اجالے سے

عشاق نے گھیرا ہے جو نکلے ہیں وہ گھر سے
قربان ہوئے جاتے ہیں دیدار کے ڈر سے

داغِ دلِ سوزاں جو بڑھے داغِ جگر سے
خورشید نمودار ہو پہلوئے قمر سے

مر جانے دو تم پیار سے دیکھو نہ دمِ نزع
الجھے نہ مرا تارِ نفس تارِ نظر سے

کچھ ایسے مسلمان بھی ہیں اے بتِ کافر
اللہ کو سجدہ نہیں کرتے ترے ڈر سے

بھولے سے بھی اب نام تم اس کا نہیں لیتے
پہلے تو بہت تم کو محبت تھی جگر سے

وہ پوچھتے ہیں جینے سے بیزار کون ہے
کس کو بتاؤں اے دلِ بیمار کون ہے

قاتل نے تیغ لی تو اسے پھر کہاں خیال
ہے بے گناہ کون گنہگار کون ہے

یہ آرزو ہے تو نہ اٹھائے ستم سے ہاتھ
تیرے کرم کا تجھ سے طلبگار کون ہے

ٹانکے تم اپنے ہاتھ سے پلکوں پہ دے چکے
اب پوچھتے ہو طالبِ دیدار کون ہے

غیر کے ذکر پہ آنسو نکل آئے ہوتے
ہم اگر تم کو گلے سے نہ لگائے ہوتے
دور جب تک تھے محبت تھی زیادہ ان کو
کبھی کاش جگر آپ نہ آئے ہوتے

حضرت ناصح ہمیں سمجھا بجھا کر تھک گئے
تھک گئے ہم حضرت ناصح کو سمجھاتے ہوئے
موسم گل کی ہوائیں کس قدر پر کیف ہیں
لڑکھڑاتے ہیں قدم میخانے کو جاتے ہوئے

دیدار کی حسرت میں یہ حال رہا اپنا
جس راہ سے وہ نکلے اس راہ میں جا بیٹھے
اس یاد کے ہم صدقے اس یاد کے ہم قرباں
کل تم نے کیا وعدہ اور آج بھلا بیٹھے

تصور دل میں وقت نزع ہے کس محو زینت کا
قضا ہم کو عروس ناز نیں معلوم ہوتی ہیں
ہمارا تشنۂ خوں ہے جگر وہ تند خو قاتل
ہمارے خوں کی پیاسی زمیں معلوم ہوتی ہیں

آئے نہ پھر کے دن بھی گیا رات بھی گئی
دل لے کے کیا گئے وہ ملاقات بھی گئی
ہم میکشوں سے چھوٹ گیا جب سے میکدہ
اس دن سے شان بزم خرابات بھی گئی
محفل میں بیٹھنے نہ دیا ہم کو یار نے
جا کر ذلیل بھی ہوئے اوقات بھی گئی

ارمان قتل کا ہے تو دیکھ لے ادھر بھی
قاتل ہے تجھ سے بڑھ کر قاتل تری نظر بھی
راہ عدم میں اپنا اب کون ساتھ دے گا
آگے نکل گئے ہیں یاران ہم سفر بھی

بدلے رنگِ باغِ عالم دورِ مینائے گلفام چلے
پیالے ساقی آنکھ کا صدقہ ساغر چھلکے جام چلے

قاصد جا تا رشک یہ ہوتا ان کا جلوہ دیکھے گا
خود ہی اپنا خط دے آئے خود لیکر پیغام چلے

یہ امید جگر ہے دل کو فکرِ سخن بیکار نہیں
شاید کچھ دن یاد کریں سب شاید کچھ دن نام چلے

جیتے تو زندگی کا مزہ کیا تھا ہجر میں
آخر ترے وصال کی حسرت میں مر گئے

اے سوزِ عشق تو نے زمانے سے کھو دیا
آنے دیا نہ پاس کسی نے جدھر گئے

افسردہ اور ہوتا ہے دل ہجر میں جگر
ان کو نہ یاد کیجئے جو دن گذر گئے

نگاہِ صیاد مہرباں ہے وہ ہم پہ یا مہرباں نہیں ہے
ملی ہیں وہ راحتیں قفس میں کہ حسرتِ آشیاں نہیں ہے

فغاں جو یاد چمن میں کرتے ہیں نو اسیرانِ غم پھڑک کر
تو ہنس کے صیاد کہہ رہا ہے قفس ہے یہ آشیاں نہیں ہے

مزاج اس کا طبیعت اسکی جگر شکایت کرو نہ اس سے
کسی پہ ہے اس کی مہربانی کسی پہ وہ مہرباں نہیں ہے

جو تو پردے سے باہر دشمنِ تاب و تواں نکلے
کلیجے تھامنے پر بھی ہر اک دل سے فغاں نکلے

جنہیں ہم آشنا سمجھے جنہیں ہم مہرباں سمجھے
وہی نا آشنا نکلے وہی نا مہرباں نکلے

وہ زیرِ خاک آغوشِ لحد میں کیوں نہ سو جائے
کوئی حسرت نہ جس کے دل کی زیرِ آسماں نکلے

کریں فریاد آخر کس سے جا کر ظلم بے جا کی
تمہارا آسرا تھا تم شریکِ آسماں نکلے

جگر تو چھاتا ہے خاکِ بت خانے کی برسوں سے
خدا وہ دن دکھلائے حسرتِ وصلِ بتاں نکلے

وار کرتے ہیں وہ شمشیرِ ادا سے پہلے
جان لے لیتے ہیں عاشق کی قضا سے پہلے

دلِ ناکام تمنا کا یہ ہے ہجر میں حال
ناامیدی ہوئی جاتی ہے دعا سے پہلے

کوئی اندازِ جفا کرتے ہیں ایجاد اگر
پوچھ لیتے ہیں وہ اربابِ وفا سے پہلے

وہ ماہِ عرب جو حبیبِ خدا ہے
مرا مصطفیٰ ہے مرا مصطفیٰ ہے

تری ذات ممتاز ہے دو جہاں میں
کوئی ہے نہ ہوگا نہ تجھ سا ہوا ہے

جگر سیّد پاک کا دیس دیکھو
مدینے چلو قافلہ جا رہا ہے

دل میں یا آنکھ کے پردے میں وہ مستور رہے
لاکھ نزدیک رہے پھر بھی بہت دور رہے

نارسا آہِ شرر بار رسا ہوگی کبھی
خیر اسی میں ہے فلک ہم سے ذرا دور رہے

جسے سمجھتے ہیں باغِ ہستی چمن نہیں منزلِ فنا ہے
یہاں سے آگے قدم بڑھائیں تو سامنے گلشنِ بقا ہے

اگر نہیں ہے پسند تم کو تو پھیر ہی دو ہنسی خوشی سے
دلِ حزیں میرے کام کا ہے بلا سے اچھا ہے یا برا ہے

جو ہم ہوئے دل لگا کے مضطر تو چارہ گر نے کہا یہ ہنس کر
ابھی سے یہ حال بندہ پرور ابھی تو الفت کی ابتدا ہے

نہ دے گا اب جگر تم قتل کیوں کر کریگا تو مہر کیوں نہ اس پر
کہ قتل کا اپنے ہم نے محضر خود اپنے ہی خون سے لکھا ہے

مرے جنازے پہ دل سنبھالے یہ کہتے ہیں رو کے کہنے والے
ہمیں جگاتے تھے جس کے نالے وہ آج کم بخت مر گیا ہے

اجل ہوئی زندگی کی دشمن بنا جوانی میں ہے مدفن[1]
ہوا نہ دیدار وقتِ مردن جگر کے دل کو غمِ قضا ہے

[1] حضرت جگر بسوانی کے برادرِ خورد قضا بسوانی

جو رو رہے ہیں ترے در پہ سر جھکائے ہوئے — وہ سب ہیں میری طرح دل پہ چوٹ کھائے ہوئے
کیا ہے وعدہ سرِ شام کس نے آنے کا — چراغ صبح سے بیٹھے ہیں ہم جلائے ہوئے

کبھی چکر لگائے رہگذر کے — کبھی سجدے کیے اس سنگِ در کے
الٰہی بازوئے قاتل سلامت — پڑے ہیں جا بجا ٹکڑے جگر کے
جو میں تنہا تڑپتا ہوں گلی میں — لپٹ جاتے ہیں کوٹھے سے اتر کے
ہمارے بختِ خفتہ کو جگا دے — کبھی او سونے والے رات بھر کے
مقرر صبر پر ہے وصل ان کا — خدا ہی صبر دے دل میں جگر کے

جلوہ دکھائے دور سے یا وہ قریب سے — مانوس ہے نگاہ جمالِ حبیب سے
کیا جانے جی میں کیا ہے جو حالِ مریضِ غم — وہ بار بار پوچھ رہے ہیں رقیب سے
اللہ رے سوزِ عشق بغیر اُف کیے ہوئے — کوئی نکل سکا نہ ہمارے قریب سے

ملیں کس طرح ان سے روح ملنے کو ترستی ہے — اُدھر ہے شرم کا پردہ اِدھر ہمت کی پستی ہے
ٹپکتا ہے ہر اک انداز سے نشّہ جوانی کا — تری باتوں میں مستی ہے تری آنکھوں میں مستی ہے
نقابِ روئے جاناں خود الٹ دیتے نہ ہم بڑھ کر — ادب کا پاس ہے جو سدِّ راہِ پیش دستی ہے
سرِ شام آج وہ زلفِ سیہ بکھرا کے نکلے ہیں — گھٹا اٹھی تو ہے دیکھیں کہاں جا کر برستی ہے

جو چاہو وہ سزا دو ہمیں اس قصور کی — چاہا تمھیں ضرور محبت ضرور کی

وہ طور پر ملا نہ حرم میں نہ دیر میں
تجھ کو کرم پہ ناز ہے مجھ کو قصور پر

ہم خاک چھان آئے بہت دور دور کی
تیرے کرم کی حد ہے نہ میرے قصور کی

جو کہتا ہوں کہ میرا نام لکھ کر کیوں مٹاتے ہو
تو کہتے ہیں یونہی تم کو مٹانے کی تمنا ہے

جو کہتا ہوں تمہارے حسن پر مرنے کی حسرت ہے
تو کہتے ہیں یہی سارے زمانے کی تمنا ہے

بتانِ شمع رو نے دل جلایا ہے جگر برسوں
خدا کی یاد سے اب تو لگانے کی تمنا ہے

نیند آتی ہے تری آنکھ کے افسانے سے
پی کے سوتا ہوں چھلکتے ہوئے پیمانے سے

ترک کر عشق جگر مان کسی کا کہنا
تو کسی طرح سمجھتا نہیں سمجھانے سے

محبت میں غضب کا سامنا ہے
فلک کے ظلم ہیں ان کی جفا ہے

ہمیں بندہ بنا رکھا ہے جس نے
خدا جانے وہ بت ہے یا خدا ہے

جگر کیوں کھو رہا ہے جان اپنی
ارے کم بخت تجھ کو کیا ہوا ہے

نہ ارماں کوئی نکلا ہے نہ حسرت دل سے نکلے گی
محبت میں ہماری جان بھی مشکل سے نکلے گی

خجل ہو گی اگر اس کی ادا سے سامنا ہو گا
قضا آنکھیں جھکا کر کوچۂ قاتل سے نکلے گی

تمنائے وصالِ یار میں ہے ایسی بیتابی
ہر اک سے پوچھتے ہیں آرزو کب دل سے نکلے گی

مجھے معلوم ہے جو شمع کا انجام ہونا ہے
یہ دل کی طرح بجھ کر تری محفل سے نکلے گی

میکدے میں مہرباں مجھ پر ہوئی ساقی کی آنکھ
میں وہ میکش ہوں کہ مجھ پر آنکھ ڈالی جام نے

جو کلیجے میں جگر تھا خون نذرِ غم ہوا
پی لیا دل کا لہو اس چشمِ خوں آشام نے

دل کو چھینا رخ پہ آ کر زلفِ عنبر فام نے
لٹ گئے لوٹا ہے ہم کو دل کے صبح و شام نے

ظلم قاتل کے فسانے کا خلاصہ کہہ دیا
ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بسملِ ناکام نے

بات کیا ہے ہنس پڑے کیوں پھول تیرے ہار کے
میرے گھر کیا کہہ دیا ان سے ہوائے شام نے

بتوں کے وصل کا ارماں قیامت سے زیادہ ہے
خدا پورا اگر کرے یہ کام ہمت سے زیادہ ہے

فسانہ دردِ فرقت کا قیامت سے زیادہ ہے
مصیبت کا بیاں کرنا مصیبت سے زیادہ ہے

مکانِ یار کو کعبے سے بڑھ کر ہم سمجھتے ہیں
طوافِ کوچۂ جاناں عبادت سے زیادہ ہے

خدایا دفترِ اعمال میں کثرت گناہوں کی
زیادہ ہے مگر کیا تیری رحمت سے زیادہ ہے

قصور اس میں ترا ہے یا دلِ بسمل ہمارا ہے
نہیں معلوم کیوں ہم سے خفا قاتل ہمارا ہے

تمہیں ہم چاہتے ہیں جس قدر سب حال کھل جائے
تمہارا دل اگر ہو جائے جیسا دل ہمارا ہے

گیا دل جان بھی جائے گی آزارِ محبت میں
جگر اس روگ سے بچنا بہت مشکل ہمارا ہے

نئے انداز سے جائے جدھر وہ فتنہ گر جائے
کوئی دیکھے تو جی اٹھے کوئی دیکھے تو مر جائے

بنی ہے جان پر اک بحرِ خوبی کے تصور میں
کرے کیا آدمی پانی اگر سر سے گزر جائے

شریکِ دورِ راحت کر نہ اس میخوار کو ساقی
شرابِ غم سے جس کی عمر کا پیمانہ بھر جائے

نشانی کچھ نہ کچھ رہ جائے میرے خونِ ناحق کی
جو وہ دامن سنبھالیں تو لہو ہاتھوں میں بھر جائے

کیا بری تقدیر تھی اس کشتۂ دیدار کی
مرتے دم جس کو نظر آئی نہ صورت یار کی
آرزوئے دید لائی تھی عدم سے کھینچ کر
پھر عدم کو لے چلی حسرت ترے دیدار کی

بے بلائے روز ہم جاتے رہے
روز وہ محفل سے اٹھواتے رہے
عشق میں ہم نے نہ مانی ایک کی
جن کو سمجھانا تھا سمجھاتے رہے

پریشاں کر کے مجھ کو آئینہ تو نے نہیں دیکھا
مرے دل کی طرح زلف پریشاں بھی پریشاں ہے
دم آخر انھوں نے کان میں چپکے سے فرمایا
نہ نکلی وصل کی حسرت تو اب مرنے کا ارماں ہے
وفا و مہر سے ہم مرتے مرتے منھ نہ موڑیں گے
ہمارا عہد و پیماں کیا تمھارا عہد و پیماں ہے
پتا ہم کو بتا دے اے جگر اس دشمنِ جاں کا
ذرا ہم بھی تو دیکھیں کون ہے تو جس پہ قرباں ہے

بلائے شامِ ہجراں ہے خیالِ زلفِ جاناں ہے
ہماری زندگی ہے یا کوئی خوابِ پریشاں ہے
نہیں معلوم کیا اس دشمنِ جاں کو خیال آیا
وہ ہم کو قتل کر کے دل میں تھوڑا سا پشیماں ہے
سوا اس رشکِ گل کے بھول بیٹھے ہیں زمانے کو
ہماری بے خودی رنگِ بہارِ طاقِ نسیاں ہے

ہوائے ہجر ہے دل ہے خیالِ زلفِ جاناں ہے
پریشانوں کی محفل ہے یہاں جو ہے پریشاں ہے
تجھے مسجد تو مسجد بتکدے میں بھی نہیں دیکھا
جگر کافر سے بھی بدتر ہے تو کیسا مسلماں ہے

اے فلک تجھ سے نہ ہم عیش کے خواہاں ہوں گے
خوگرِ غم ہیں نثارِ غمِ جاناں ہوں گے

دل نہ سینے میں رہے ہم یہ کریں گے تدبیر
دل نہ جب ہوگا تو کیوں وصل کے ارماں ہوں گے

آہ کرنے کی دلِ زار میں قوت نہ رہی
اب ہوا سے نہ ترے بال پریشاں ہوں گے

سامنے آول تو اس بدخو کے جانا منع ہے
سامنا ہو جائے تو آنکھیں ملانا منع ہے

پیار کرنے کی اجازت ہے نہ عرضِ شوق کی
روٹھ جائیں وہ تو پھر ان کو منانا منع ہے

نہ بے قرار ہو آتا ہے یار راہ میں ہے
تری قسم وہ دلِ بے قرار راہ میں ہے

تم آتے جاتے اسے پائمال کرتے ہو
وہ خوش نصیب تھا جس کا مزار راہ میں ہے

چلے تو ہیں درِ جاناں سے ہم خفا ہو کر
دلِ حزیں پہ نہیں اختیار راہ میں ہے

وہ آرہا ہے مرے گھر نگار راہ میں ہے
قرارِ جان و دل بے قرار راہ میں ہے

خزاں کا دور گلستاں میں ختم ہوتا ہے
کہو یہ اہلِ چمن سے بہار راہ میں ہے

صبا یہ بام پہ چپکے سے ان سے کہہ دینا
کوئی تمہارے لیے بے قرار راہ میں ہے

ادھر وہ آئیں تو دامن سنبھال کر آئیں
ہماری خاک ہمارا غبار راہ میں ہے

جو شامِ وعدۂ وصلت وہ یار راہ میں ہے
مکاں میں ہم دلِ امیدوار راہ میں ہے

قیامِ دہر سے دل مطمئن ہو خاک جگر
کہ زندگی کا نہیں اعتبار راہ میں ہے

چمن کی سیر کو آتا ہے وہ گلِ رعنا
جو بے خودی میں چلا ہوں سوئے درِ جاناں
کڑی ہے عشق کی منزل بھرا ہے دل میں درد
جنابِ آتش مرحوم کی زمیں ہے جگر

بہار آئی ہے رنگِ بہار راہ میں ہے
میں دیکھتا ہوں جدھر کوئے یار راہ میں ہے
یہ بوجھ ہم کو بہت ناگوار راہ میں ہے
عروسِ فکر بہت شرمسار راہ میں ہے

شانِ وحشت ہے نرالی ترے دیوانوں کی
دیکھیے ہوتا ہے کیا ظلمِ بتاں کا انجام

دھجیاں ہاتھ میں لپٹی ہیں گریبانوں کی
عرش تک پہنچی ہے فریاد مسلمانوں کی

تمنا دید کی ہے پردہ دل میں نہاں تو ہے
دوئی کی انجمن سے محفلِ وحدت میں پہنچا ہوں

نہیں معلوم کیوں ہم سے ابھی تک بدگماں تو ہے
جہاں تو ہے وہاں میں ہوں جہاں میں ہوں وہاں تو ہے

دلِ پُر خوں کو وہ پامال جو کر جاتا ہے
جس کی بالیں سے خفا ہو کے تم اٹھ جاتے ہو
کعبہ و دیر میں جایا کریں جانے والے
وہ نہیں آئے تو کیا لاش ہماری نہ اٹھی
سوئے پھولوں پہ کہ تڑپا کرے کانٹوں پہ کوئی
ہائے ظالم شبِ فرقت نہیں کاٹے کٹتی

رنگ اس شوخ کے چہرے کا نکھر جاتا ہے
پھر وہ بیمار سنبھلتا نہیں مر جاتا ہے
ہم تو جاتے ہیں ادھر یار جدھر جاتا ہے
بات رہ جاتی ہے اور وقت گزر جاتا ہے
موسمِ عمر بہر حال گزر جاتا ہے
دن تو ہنس بول کے یاروں میں گزر جاتا ہے

جو دل نہ خاک میں ملتا ہم آرزو کرتے
جو پاؤں ٹوٹ نہ جاتے تو جستجو کرتے

ہم اپنا آئینۂ دل جو رو برو کرتے
وہ خود مشاہدۂ عکسِ آرزو کرتے

کچھ ان کے تارِ نظر صرف ہو گئے ہوتے
وہ چاکِ دامنِ دل کس طرح رفو کرتے

جو ہم یہ جانتے تو آرزو کا دشمن ہے
تری قسم نہ کبھی تیری آرزو کرتے

بہار دیکھتے پھر آپ دستِ رنگیں کی
اگر شریکِ حنا میں مرا لہو کرتے

جگر پلٹ کے نہ ہم بمبئی سے گھر آتے
جو یاد ہم کو نہ یارانِ لکھنؤ کرتے

بتِ ناآشنا تجھ سے محبت کر کے پچھتائے
عبادت کی بہت لیکن عبادت کر کے پچھتائے

نہ ان کے کام کا دل ہے نہ وہ ہیں دل کے مطلب کے
یہ غارت ہو کے پچھتایا وہ غارت کر کے پچھتائے

برا تھا یا بھلا تھا جی تو فرقت میں بہلتا تھا
دلِ مضطر کو ہم پہلو سے رخصت کر کے پچھتائے

جنہیں سن کے تم آ گئے دل سنبھالے
وہ آہیں ہیں آہیں وہ نالے ہیں نالے

جگر خاک میں دل ملا کر تمہارا
وہ گھر جا رہے ہیں کلیجہ سنبھالے

دم تجھے دیکھ کے اے آئینہ رو آتا ہے
جان آ جاتی ہے جب سامنے تو آتا ہے

ہجر میں دل کی نہیں خیر مری آنکھوں سے
اب تو آنسو نہیں آتے ہیں لہو آتا ہے

دیکھنا جرم ہے تو ہم ہیں گنہگار ضرور
دیکھ لیتے ہیں اگر سامنے تو آتا ہے

دل میں کس ناز سے آتا ہے تصور تیرا
میں سمجھتا ہوں کہ آغوش میں تو آتا ہے

آج مسجد میں جگر بہرِ نماز آئے ہیں
یہ تو حضرت سے کوئی پوچھے وضو آتا ہے

کیا اُسے بدنظر ہے نہیں ظاہر ہوتا
غیر کو دیکھ کے اس نے مری صورت دیکھی

پہلوئے غیر میں تم بیٹھ گئے تھے دم بھر
ہم نے اٹھتے ہوئے سو بار قیامت دیکھی

ہم وہ غم دوست ہیں منہ پھیر لیا ہے ہم نے
خواب میں بھی جو کبھی عیش کی صورت دیکھی

کل تری شان تھی کیا آج ہے کیا حال جگر
یوں بھی دو دن میں بگڑتے نہیں صورت دیکھی

دل مصیبت میں رہے یا جان مشکل میں رہے
آرزو یہ ہے ہمیشہ تو مرے دل میں رہے

دو ٹھکانے ہیں ہمارے خونِ ناحق کے لیے
خنجرِ قاتل پہ یا دامانِ قاتل میں رہے

ظلم بے جا بھی سہیں گے نازِ بے جا کی طرح
حوصلہ کوئی نہ باقی آپ کے دل میں رہے

ہمارا عہد و پیماں کیا تمہارا عہد و پیماں ہے
تمہیں کیوں وہم ہوتا ہے ہمارے عہد و پیماں سے

ہماری قبر سے چن لیجیے پژمردہ گل کوئی
نشانی کچھ تو لیتے جائیے گورِ غریباں سے

دل مرا شاد بہت زلفِ گرہ گیر میں ہے
قید ہونے کا مزہ حسن کی زنجیر میں ہے

ہاتھ رک رک کے گریباں کی طرف بڑھتا ہے
پاؤں دیوانے کا جس روز سے زنجیر میں ہے

برباد کر دیا جو ملا جانِ جاں مجھے
اس نے نشاں بتلا کے کیا بے نشاں مجھے

تھک تھک کے راہِ عشق میں خاموش ہو گیا
کب تک پکارتا جرسِ کارواں مجھے

جب سے بندھا ہے ایک تری زلف کا خیال
گھیرے ہوئے ہیں لاکھ پریشانیاں مجھے

مجھکو تو حالِ دردِ جگر یاد بھی نہیں
وہ خود سنا رہے ہیں مری داستاں مجھے

میں آہِ آتشیں سے خبر لوں گا شامِ غم
ایسا جلے کہ یاد کرے آسماں مجھے

رسا نالۂ نارسا ہو رہا ہے
وہ نا آشنا آشنا ہو رہا ہے
ستم کرنے والے نہیں کچھ سمجھتے
کسی کا بھلا یا برا ہو رہا ہے
بڑھاتے ہو کس دشمنِ جاں سے الفت
جگر ہوش میں آؤ کیا ہو رہا ہے

زہر بھی ہے تری آنکھوں میں دل آرائی بھی
موت بھی بس میں ہے اعجاز مسیحائی بھی
دیکھیے کس کی طرف ناقۂ لیلیٰ جائے
دشت میں قیس بھی ہے آپ کا سودائی بھی
سائے نے بھی نہ شبِ ہجر دیا ساتھ مرا
میری تنہائی سے گھبرا گئی تنہائی بھی
اپنی پژمردگیٔ دل کا وہی رنگ رہا
پھول پھولے بھی گلستاں میں بہار آئی بھی

پھر وہی تم ہو وہی غیر کی بزمِ عشرت
پھر وہی ہم ہیں وہی گوشۂ تنہائی ہے

ہوتا ہے عیاں نورِ مسرت کا جبیں سے
کیا دولتِ دل لوٹ کے لائے ہو کہیں سے
ہم کو بھی بڑا رنج ہوا دیکھ کے ان کو
روتے ہوئے آتے تھے جگر رات کہیں سے

اس دل آزار کا جس سمت گزر ہوتا ہے
اس طرف ہائے جگر ہائے جگر ہوتا ہے
وقتِ رخصت جو وہ اٹھتے ہیں چھڑا کر دامن
ہاتھ میں میرے گریبانِ سحر ہوتا ہے
آج پھر غیر کو سینے سے لگایا اس نے
آج پھر درد مرے دل میں جگر ہوتا ہے

تم کو بیتابیٔ دشمن کی قسم سچ کہنا
ہم تڑپتے ہیں تو کچھ دل پہ اثر ہوتا ہے
ہم تو انساں ہیں آجائے فرشتے کا بھی دل
کچھ عجب چیز جگر حسنِ بشر ہوتا ہے

جگر ہمارے نہ باز آئیں گے نازبرداریٔ بتاں سے
گئے تھے مسجد نماز پڑھنے پہنچ گئے بتکدے وہاں سے
کیا مقدر نے دور مجھ کو وطن سے احباب سے مکاں سے
ہیں ایک مدت سے بے خبر ہو چمن سے بلبلوں سے پھولوں سے آشیاں سے
نہ شب کو نیند آتی ہے کسی کو نہ چین پاتا ہے دن کو کوئی
غرض کہ نالاں ہے اک زمانہ تمہارے ستم سے مری فغاں سے
تمام شب تم نے رو کے کاٹی ابھی نہیں جی بھرا تمہارا
اٹھو جگر دوپہر دن آیا پڑے ہو بستر پہ نیم جاں سے

نیچی ہے جس کی آنکھ جھکی ہے نگاہ بھی
اس دل کے چور پر تو نہ تھا اشتباہ بھی
باہم صلاح کر کے سبھی ہم سے پھر گئے
تقدیر بھی فلک بھی تمہاری نگاہ بھی
بجلی گرائی کس نے دل بے قرار پر
اُف اُف بھی کر رہے ہو جگر آہ آہ بھی

اس روئے آتشیں کے تصور میں اے ندیم
جل جل گیا ہے رات کو دامانِ آہ بھی
یوں تو ہمارے دل سے نکلنا محال ہے
دل توڑ کر نکالو نکلنے کی راہ بھی

یوں نہیں اپنی جوانی جائے گی
ایک کر کے خون پانی جائے گی
اے دل گم گشتہ مل جا ہے نہ مل
اب نہ ہم سے خاک چھانی جائے گی
کہتے ہیں کیا بات ہے کہیے تو کچھ
بات سن کر بات مانی جائے گی
خاک میں دل بھی ملا ہم بھی جگر
اب تو ان کی بدگمانی جائے گی

دخت رز شیشے سے ڈھالی جائے گی حور پردے سے نکالی جائے گی
صرف اتنی بات کا دے دو جواب آرزو کس دن نکالی جائے گی
جان جائے یا رہے لیکن جگر آنکھ پھر قاتل پہ ڈالی جائے گی

قیصرِ تن پر روح کو کیوں ناز ہے آخر اس گھر سے نکالی جائے گی
بات مطلب کی کہوں گا میں اگر سن کے سو سو طرح ٹالی جائے گی
خونِ دل پیتے رہے برسوں جگر آج ان کے ساتھ ڈھالی جائے گی

اے جفا کار ہر اک ظلم پہ قرباں ہم تھے تو جو تھا جان کا خواہاں ترے خواہاں ہم تھے
بات ہی بات میں یوں ہم کو بگاڑا تو نے اے اجل کیا کوئی بازیچۂ طفلاں ہم تھے
وہ زمانہ بھی ہمیں یاد ہے اے جوشِ جنوں ہم پہ مرتے تھے پری زاد وہ انساں ہم تھے

امنگ مٹ کے دلِ داغدار آئے گی خزاں کے بعد چمن میں بہار آئے گی
ہماری جان کا دشمن ہوا ہے فرقت میں تجھے نہ موت دلِ بے قرار آئے گی

جو بعدِ مرگ نسیم بہار آئے گی مری لحد پہ اڑانے غبار آئے گی
بڑھی ہوئی ہے وہ کثرت گناہوں کی شمار ہی میں نہ روزِ شمار آئے گی
سنیں گے آپ اگر حال گریۂ فرقت ہنسی حضور کو بے اختیار آئے گی

بے خود ہیں جو دونوں یہ محبت کا اثر ہے
کچھ دل کو ہماری نہ ہمیں دل کی خبر ہے

پامال کریں آپ یہ دل ہے یہ جگر ہے
کیا سوچ ہے کیا فکر ہے کیا مدِّ نظر ہے
منہ پھیر کے آغوش میں آئے ہیں یہ کہہ کر
کم بخت تری آہ میں آفت کا اثر ہے

زخمِ دلِ مجروح جو بگڑے تو بلا سے
قاتل کے بگڑنے کا زیادہ مجھے ڈر ہے

رویا ہوں لہو دل کا شبِ غم کا جو ڈر ہے
دامن شفقِ شام کا بھی خون میں تر ہے
جس دل کو مٹاتے ہو تمھیں پر تو مٹا ہے
جس گھر کو جلاتے ہو تمھارا ہی تو گھر ہے

دل کو خلوت گہِ جانانہ بنا رکھا ہے
ہم نے کعبے کو صنم خانہ بنا رکھا ہے
خوش نصیبی ہے جو اس زلف کا سودائی ہے
کام تیرا دلِ دیوانہ بنا رکھا ہے
ان سے یوں ملتے ہیں جیسے کبھی دیکھا ہی نہ تھا
ہم نے خود اپنے کو بیگانہ بنا رکھا ہے

مہرباں ہو کر گلے کاٹے ہیں لاکھوں آپ نے
ہم بھی مر جاتے اگر ہوتی عنایت آپ کی
شکوۂ جور و جفا ہم کیا کریں گے آپ سے
اپنے دل سے بھی نہیں کرتے شکایت آپ کی
درد کی لذت، کھٹک کا لطف اس سے پوچھیے
جس کے دل میں چٹکیاں لیتی ہو حسرت آپ کی

نورِ احمد کی تجلی سے ہیں آنکھیں روشن
ہر طرف جلوۂ انوار نظر آتا ہے

گلشنِ حسنِ محمدؐ کا جو رہتا ہے خیال
خواب میں خلد کا گلزار نظر آتا ہے

وہ بھی دن ہو درِ اقدس پہ جگر ہم پہنچیں
سب کہیں روضۂ سرکار نظر آتا ہے

جیتے جی در سے نہ اٹھے ہیں نہ ہم اٹھیں گے
جان دے کر ترے قدموں کی قسم اٹھیں گے

اپنے گھر آج بلایا ہے انھوں نے ہم کو
کس طرح جوشِ مسرت سے قدم اٹھیں گے

دور ہیں بیٹھے ہیں ہم جام سفالیں لے کر
اب تجھے توڑ کے اے ساغرِ جم اٹھیں گے

آئے گا وہ بتِ کافر تو برائے تعظیم
سیکڑوں گوشہ نشینانِ حرم اٹھیں گے

منھ میں زباں ہے لیکن کس کام کی زباں ہے
لب اس نے سی دیے ہیں دل مائلِ فغاں ہے

انجام کیا ہو دیکھیں دونوں طلب ہوئے ہیں
اپنا بھی امتحاں ہے دل کا بھی امتحاں ہے

آہِ شرر فشاں سے جس کو جلا چکا ہوں
یہ آسماں وہی ہے یا اور آسماں ہے

اس سنگِ در کی ہم نے کی ہے بہت پرستش
سجدے کے بھی نشاں ہیں بوسے کا بھی نشاں ہے

روز ہوتی ہی رہے قدرِ وفا تھوڑی سی
روز تھوڑے سے ستم اور جفا تھوڑی سی

وہ بھی جاتی رہی پہلو میں بٹھا لینے سے
ان کی آنکھوں میں جو باقی تھی حیا تھوڑی سی

ہم نہ کہتے تھے جگر آپ پریشاں ہوں گے
یہ ملی ہے ابھی الفت کی سزا تھوڑی سی

کہیے نہ قضا اس کو قضا اور ہی کچھ ہے
اس جان کے دشمن کی ادا اور ہی کچھ ہے

ہوتے ہو پشیمان عبث اپنی جفا سے
اب حوصلۂ اہلِ وفا اور ہی کچھ ہے

قیامت کر کے آیا ہے کہیں سے — لہو دھوتا ہے قاتل آستیں سے
وہ سرکش تم ہو کوچے میں تمھارے — فلک بھی جھک کے ملتا ہے زمیں سے
خدائی مٹ گئی اس کی ادا پر — خدا سمجھے بتِ نازآفریں سے
جلاتے ہیں ہمیں دل صورتِ شمع — تری محفل کی زینت ہے ہمیں سے

نظر کچھ اور ہی اپنی نظر میں تو آئے — جگر کا آئینہ دل جو رو برو آئے
رہی نہ خون کی اک بوند دل میں اے غمِ دوست — کہاں سے تیرے لیے چلّوؤں لہو آئے
نہ تم اٹھاؤ تو کیوں آستاں سے ہم اٹھیں — نہ تم بلاؤ تو کیوں بزم میں عدو آئے

ان کو ملتا نہیں جب کوئی ستانے کے لیے — آدمی بھیجتے ہیں میرے بلانے کے لیے
دل نگاہوں نے بھی تاکا صفِ مژگاں نے بھی — سیکڑوں تیر چلے ایک نشانے کے لیے
کہہ بھی دو حسرتِ دل ان سے جگر وصل کی شب — رات کا وقت مناسب ہے فسانے کے لیے

تڑپتے ہیں مرے دل کا تڑپنا دیکھنے والے — تماشا بن گئے خود ہی تماشا دیکھنے والے
جگر تاثیر ہے جادو کی تیری بے قراری میں — تڑپ جاتے ہیں سب تیرا تڑپنا دیکھنے والے

فرقت رہی نصیب ہوا وصلِ یار بھی — آئی خزاں بھی گلشنِ دل میں بہار بھی
جس کی خطا ہو آج سزا دیجیے اسے — ہم بھی ہیں آپ بھی ہیں دلِ بے قرار بھی
وہ چاہتے ہیں تیرِ نگہ میں تو اس طرح — دل پر پڑے بھی اور نہ ہو دل کے پار بھی

دل کر دیا ضعیف جوانی میں عشق نے
منہ چومنے بڑھے تھے کہ آنکھ ان کی کھل گئی

کچھ کم نہیں خزاں سے ہماری بہار بھی
وہ ہو گئے خفا بھی گیا اعتبار بھی

برابر کی ہیں چوٹیں آئینہ ہے سامنے ان کے
جو شکوہ ظلم کا کرتا ہوں تو وہ ہنس کے کہتے ہیں

اشاروں میں مقابل کو مقابل سے شکایت ہے
یہ کس منہ سے شکایت ہے یہ کس دل سے شکایت ہے

فغاں میں تاثیر ہے نہ نالے دل نہ میرے نالوں میں کچھ اثر ہے
غمِ جدائی نے یوں مٹایا کہ مٹ گئے ولولے ہمارے
میں داستاں کچھ جو رو رہا ہوں تو کس تجاہل سے کہہ رہے ہیں

کبھی نہ اتنا بھی اس نے پوچھا یہ کون کوچے میں نوحہ گر ہے
نہ اب وہ ہم ہیں نہ اب وہ دم ہے نہ اب وہ دل ہے نہ وہ جگر ہے
یہ درد مند اور ہی کوئی ہے مجھے گماں تھا مرا جگر ہے

اتنا تو جذبِ دل نے دکھایا اثر مجھے
افسردہ ہو رہا ہوں بہت بزمِ یار میں

منہ اس نے آج پھیر لیا دیکھ کر مجھے
بجھنا ہے تیرے ساتھ ہی شمعِ سحر مجھے

بند کم روزنِ دیوار رہنے دیجیے
آپ کی شامت نہ آ جائے جگر ڈرتے ہیں آپ

دل میں کچھ کچھ حسرتِ دیدار رہنے دیجیے
ان سے شوقِ وصل کا اظہار رہنے دیجیے

پیرِ مغاں نے دی جو اجازت تو میکشو
بھر پھر کے کاٹ دیں گے وہ دن ابھی زیست کے
تجھ سے ملیں گے سارے زمانے کو چھوڑ کر

جنت میں میکدہ لبِ کوثر بنائیں گے
آوارگانِ عشق کہاں گھر بنائیں گے
گھر سے نکل کے دل میں ترے گھر بنائیں گے

جفا ہو مبارک جفا کرنے والے
ملے خاک میں سب وفا کرنے والے

سُنے گا سُنے گا وہ اک دن سُنے گا
نہ مایوس ہو اے دعا کرنے والے

سمجھ لے سمجھ لے ذرا پھر سمجھ لے
کسی بات کا فیصلہ کرنے والے

رستہ تو بتو دَیر سے کعبے کو گیا ہے
تم روٹھ گئے ہو تو ہمارا بھی خدا ہے

توڑا کسی غنچے کو نہ سونگھا کسی گل کو
بدلی ہوئی کیوں ہم سے گلستاں کی ہوا ہے

کس رشک سے آئینے کو ہم دیکھ رہے ہیں
کس پیار سے آئینہ انھیں دیکھ رہا ہے

دل دے کے پڑے جان کے لالے جگر آخر
اچھا ہوا کم بخت یہی تیری سزا ہے

متفرق اشعار

عکس آئینہ سے کہتا ہے لے نام خدا کا
انداز ذرا دیکھیے تو اپنی ادا کا

ہم جب آئے تھے عدم سے تو نہ تھا روگ کوئی
ہائے دنیا سے چلے داغِ تمنا لیکر

دیکھتا ہوں میں جدھر یار گزر تیرا ہے
دل میں مسکن ہے ترا آنکھ میں گھر تیرا ہے

گلشن میں مرے نالۂ دلکش کا اثر تھا
بیمارِ محبت نہ ادھر تھا نہ ادھر تھا

عشقِ رخ و گیسو میں بری طرح بسر کی
ہم کو نہ خبر صبح کی ہے اور نہ سحر کی

مر کے اُس روٹھنے والے سے خفا ہوتے ہیں
آج ہم یار کے کوچے سے جدا ہوتے ہیں

چمن میں اور ہم سا سوختہ قسمت کہاں ہوگا
گری ہے جس پہ بجلی وہ ہمارا آشیاں ہوگا

راز سب کوثر و جنت کا عیاں ہو جائے
بادۂ تند پیے شیخ جواں ہو جائے

تسکیں وہ دل کو دیتے ہیں پھر بھی یہ حال ہے
نالہ وہی ہے آہ وہی ہے فغاں وہی

نغمہ سنجی کا اسیرانِ قفس کو حکم ہے
اے اسیرو خاطرِ صیاد کرنا چاہیے

سرمہ لگا کے ناز ہے برقِ نگاہ پر
بجلی گرے گی آج کسی بے گناہ پر

ہمارے دم نکلنے کا تماشا دیکھتے جاؤ
ذرا اپنی محبت کا نتیجہ دیکھتے جاؤ

منھ دھندلکے کچھ نہ تھا سب رات بھر کا تھا فروغ
شمعِ محفل بجھ گئی پروانہ جل کر رہ گیا

خیالِ زلف و رخ میں کیا کہیں کیا کیا نظر آیا
اندھیرا بھی نگاہِ شوق نے دیکھا اجالا بھی

دیا کلیجے پہ دل لے کے داغِ ناکامی
حساب حسن نے بھگتا دیا محبت کا

شراب پی کے جواں مرد پیر ہو جائے
جو قد کمان ہوا ہے وہ تیر ہو جائے

مجھ سخت جاں کے پاس سے آکر نکل گئے
قاتل کے تیر جان بچا کر نکل گئے

خاکا اتارتا ہوں جوان کے شباب کا
شرما رہا ہے پھول چمن میں گلاب کا

ہم نے کہا تھا آنکھ لڑاؤ نہ تم جگر
اب سب سے روتے پھرتے ہو بیکار کے لیے

ہوتی ہے روح قبض اجل کی بھی خوف سے
کیا آئے گی وہ میرے مسیحا کے سامنے

ٹھکانے کی تو کوئی بات بھی ناصح نہیں کہتا
ہم الٹے خود اسی کو قائل و معقول کرتے ہیں

نظر کا تیر کلیجے کے پار ہوتا ہے
کسی کو دیکھ کے دل بے قرار ہوتا ہے

خدا کی شان جمالِ بتاں میں دیکھ سکیں
وہ اپنی آنکھ کہاں دل کہاں نگاہ کہاں

ہو کے گل، روشن چراغِ آرزو ہوتا نہیں
دامنِ دل چاک ہو کر پھر رفو ہوتا نہیں

خونِ ناحق بھی چھپائے سے کہیں چھپتا ہے
نہیں چھپتا، نہیں چھپتا یہ نہیں چھپتا ہے

جماہی لیتے ہو جاگے ہو شب کو یار بہت
شرابِ وصل کا آنکھوں میں ہے خمار بہت

نہیں معلوم کیا سنا ہے تم کو
نہیں معلوم کیا کہنا ہے ہم کو

کبھی بیٹھ کر آپ سنیے تو دم بھر
مزے سے بھری ہیں محبت کی باتیں

غل ہوا حشر میں وہ عشق کے آئے مجرم
جس طرف ہو کے محبت کے گنہگار آئے

شمع کے ساتھ رہیں گے یونہی سوزاں ہم بھی
منھ جھلس دیں گے ترا اے شبِ ہجراں ہم بھی

عشق کی آگ بھی اشکوں سے کہیں بجھتی ہے
اوس کے چاٹنے سے پیاس نہیں بجھتی ہے

ناکام عشق ہو کے نہ بھول اپنے یار کو
در ایک بند ہے تو کھلے ہیں ہزار در

کوئی معشوق دل آزار ہے دل جو کوئی
انگلیاں پانچوں نہیں ہوتی ہیں یکساں ہرگز

یہ سچ ہے تیسرے فاقے حلال ہے مردار
مہِ صیام میں پینا ہے رات بھر واعظ

وہ بہت خوش ہیں دلِ سوزاں کو میرے دیکھ کر
کیا قیامت ہے کوئی تاپے کسی کا گھر جلے

چور کی داڑھی میں تنکا حضرت واعظ نہ تھے
اور ہی کوئی ملا تھا میکدے میں رات کو

دم بخود اہل حرم ہیں منھ سے کچھ کہتے نہیں
بت خفا کیوں ہو گئے کعبے میں کیوں رہتے نہیں

مستان مئے عشق ہیں ہم حضرتِ زاہد
خوش پیرِ خرابات بھی ہے ہم سے خدا بھی

دشمن کے ایک مرنے سے دو کام ہو گئے
رونا مرا رہا نہ تمہاری ہنسی رہی

مسیحا ہیں وہ کیوں کر موت کے آثار دیکھیں گے
دھڑک اٹھے گا دل جب صورتِ بیمار دیکھیں گے

بال بنتے ہیں رات تھوڑی ہے
اب ہماری حیات تھوڑی ہے

صبحِ پیری قریب ہے غافل
اٹھ جوانی کی رات تھوڑی ہے

ایک عالم ہے کہ ساقی تیرے میخانے میں ہے
جتنے ہیں میخوار سب کی روح پیمانے میں ہے

دل کو بکھراتے ہیں گیسو وہ غمِ دشمن میں
شب کو آتے ہیں نظر خواب پریشاں مجھ کو

ان کو بے چین مرا دردِ جگر کرتا ہے
دل میں ہو درد تو نالہ بھی اثر کرتا ہے

کعبہ نہ جائیں اے بتِ کافر تو کیا کریں
کیوں کر ترے خیال سے دل کو جدا کریں

لائی نہ ساتھ نکہتِ زلفِ رسا کبھی
آئی نہ کوئے یار سے بادِ صبا کبھی

بن گئے پتلی کھبے اس طرح میری آنکھ میں

آ رہے ہیں جو اُن سے ہم دل کے

کیا کہوں کیوں کر چھپائے ہوں اُسے کیا راز ہے

جسے سب آسماں کہتے تھے کب وہ آسماں ٹھہرا

اس طرف شمع ادھر ہے رخِ روشن تیرا

جگر کیا کہیں تجھ کو کہتے ہیں وہ کیا

اُجالا آمنہ کے گھر کا اول ہی سے کہتا تھا

کہتے ہیں ہم اگر اپنا نہ دوپٹہ دیتے

دل میں ہمارے کوئی نہیں ہے ترے سوا

دم توڑ چکا آنکھ کا بیمار تمہارا

دل کو مرے زمانے سے بیگانہ کر دیا

دل مجروح پہ ناوک جو چشم یار نے مارا

کہتے ہیں مر تو گیا ہجر میں بیمار مرا

چند روزہ ہے ستم فتنۂ دوراں تیرا

نہیں دل چاہتا تم سے جدا ہوں

آثار صبح چرخ پہ ظاہر نہ ہو سکے

مجھ کو مرے خدا نے بنایا برائے رنج

خدا کا گھر چلو کعبے میں دیکھیں

تم بھی سن لو جگر جو سننا ہے

دل میں آکر وہ مرے دل کی تمنا بن گئے

آج کچھ اور رنگ ہیں دل کے

دل مرے سینے میں ہے دل میں کسی کا راز ہے

دھواں کہتا تھا میں وہ میری آہوں کا دھواں ٹھہرا

دل بھی جلتا ہے تری بزم میں پروانہ بھی

ترے تذکرے ان سے اکثر رہے ہیں

کہ نورِ مصطفےٰ چشم و چراغِ دو جہاں ہوگا

مرنے والے کو کفن بھی نہ میسر ہوتا

تجھ پر بھی آنچ آئے گی یہ گھر اگر جلا

اب حشر پہ موقوف ہے دیدار تمہارا

اچھے بھلے کو آپ نے دیوانہ کر دیا

نگاہوں نے کہا بیمار کو بیمار نے مارا

جی اُٹھے پھر نہ کہیں دیکھ کے دیدار مرا

حشر میں ہوگا مرا ہاتھ گریباں تیرا

خدا حافظ ملو گے پھر جگر کب

بکھرے رہے جو گیسوئے جاناں تمام رات

اتنا بھی آدمی نہ زمانے میں پائے رنج

کرو تم بند سے جلد اے جگر کوچ

غیر پڑھوا رہا ہے یار کا خط

دستیاب

غیر مطبوعہ کلام کا انتخاب

دور سے اے قاتلِ نامہرباں دیکھا کیے
قتل سب ہوتے رہے ہم ناتواں دیکھا کیے

رفتہ رفتہ ہو چلا پیدا نشیمن کا خیال
پہلے کچھ دن ہم نگاہِ باغباں دیکھا کیے

باغباں تُو نے جلایا آشیاں جلتا رہا
اور ہم حسرت سے سوئے آشیاں دیکھا کیے

کیا ہوئی آخر مسیحائی لبِ جاں بخش کی
دم نکلتا تھا ہمارے مہرباں دیکھا کیے

آج کیا تھا آ گیا کیوں جاں نثاروں کا خیال
آپ ہنس ہنس کر مزارِ کُشتگاں دیکھا کیے

داورِ حشر یہ ہے حشر میں ارماں مجھ کو
بدلے جنت کے ملے کوچۂ جاناں مجھ کو

جوشِ دیوانگیٔ عشق سے ناواقف ہوں
چاک کرنا نہیں آتا ہے گریباں مجھ کو

حسنِ کافر نے جو اُس کو لبِ خنداں بخشے
عشقِ ظالم نے دیے دیدۂ گریاں مجھ کو

قسمت کا لکھا

جو مقدر کی ہے مل جائے گی میخانے میں
خطِ تقدیر ہے ساقی ترے پیمانے میں

دونوں جل بجھتے ہیں یہ فیصلہ اب تک نہ ہوا
شمع میں سوز زیادہ ہے کہ پروانے میں

دلِ نازک کی حقیقت سے نہیں تم واقف
شیشہ ہے ٹوٹنے میں پھول ہے مرجھانے میں

میں تڑپتا ہوں تسلی وہ اگر دیتا ہے — اُلٹی تاثیر ہے معشوق کے سمجھانے میں
تو نے کعبے میں جگر دل سے دعا مانگی ہے — اب رسائی تری ہو جائے گی بت خانے میں

کفر و اسلام کو ملتے ہوئے یک جا دیکھا — مصحفِ رخ پہ جو بال اس نے جگر کھول دیے
جب اسیرانِ قفس میں کوئی چھوٹا صیاد — ہم نے بھی حسرتِ پرواز میں پر کھول دیے

بکھری ہے رخ پہ زلف مرے مستِ خواب کی — بالوں کو چھیڑتی ہے کرن آفتاب کی
ہوتا ضرور میرے گناہوں کا بھی شمار — ہوتی جو حد ترے کرم بے حساب کی
ہم آپ کو تو کہتے نہیں چور شیخ جی — غائب ہوئی ہے دور سے بوتل شراب کی

آکے رو لیتا جگر کی قبر پر — جب یہ سنتا جان سے جاتے رہے

شبِ غم کی درازی زلفِ جاناں کون دیکھے گا — لگا کر تجھ سے دل خوابِ پریشاں کون دیکھے گا
ہمیں بھی ساتھ لے لو جلوہ گاہِ ناز تک موسیٰ — جو غش آئے گا تم کو حسنِ جاناں کون دیکھے گا
پڑے ہیں تو پڑے رہنے دو میرے خون کے دھبے — تمھیں دیکھیں گے سب محشر میں داماں کون دیکھے گا
جگر اب آ گئے ہو میکدے میں تو مناسب ہے — الگ چپکے سے تم پی لو مسلماں کون دیکھے گا

کیوں بگڑتے ہو جو بل کھاتے ہیں گیسو رخ پر — زلف کا حسن یہی ہے کہ پریشاں ہو جائے